جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

مکمل سیٹ

۱۔ موت کی آہٹ
۲۔ دوسرا رخ
۳۔ پٹھانوں کا راز
۴۔ ٹھنڈا سورج
۵۔ تلاشِ گمشدہ
۶۔ آگ کا دائرہ
۷۔ زندگی کی لکیریں

پبلشرز۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سلطان محمد
پرنٹرز۔ ۔ ۔ تاج دین پریس
زیرِ اہتمام:۔
کتابی دنیا لاہور

پیش رس

موت کی آہٹ کے بعد دوسرا رُخ ملاحظہ فرمایئے۔ اس کتاب میں کہانی نے دوسرا رُخ
رکیا ہے اور یہی اُس تصویر کا بھی دوسرا رُخ ہے جو شیراں کی حویلی سے برآمد ہوئی تھی۔
یہ تو ہوا زیرِ نظر کتاب کی کہانی سے متعلق۔ اور اب کتاب کے لیٹ ہونے کا ماجرا سنیئے
ایاب ہو رہا ہے۔ قیمتیں پہلے آسمان سے تو گزر چکی ہیں۔ اس پر بھی کاغذ دیتے ہیں تو
میمو نہیں دیتے۔ کیوں دینے لگے۔ جو چیز اصل قیمت سے تین چار گنی قیمت پر
ت کی جائے گی۔ اس کا کیش میمو کیونکر دیا جا سکتا ہے۔۔۔ کیش میمو نہ ہونے کی
ت میں انکم ٹیکس والے اس کھاتے کو تسلیم نہیں کرتے۔ پھر کیا صورت ہو۔۔۔
ئے۔ میری سمجھ میں تو نہیں آ رہا۔ کیونکہ بحالتِ صوم ہوں۔ یعنی روزہ رکھ
ا ہے اور جناب کمبخت خوردنی کی مفارقت نے آں کی عقل خبط کر رکھی ہے)۔
جناب اس وقت جب میں یہ سطور سپردِ قلم کر رہا ہوں۔ اطلاع ملی ہے کہ کاغذ
جہاز گودی میں کھڑے ہیں لیکن انہیں گندم کے جہازوں کی وجہ سے برتھ نہیں
ہی۔۔۔ لہٰذا جب برتھ ملے گی اور کاغذ اتر کر بازار میں آئے گا۔ اس وقت کتاب
چھپ جائے گی۔ میری کتاب گندم سے زیادہ ضروری نہیں ہے۔۔۔ اب دیکھنا
باہر سے وافر مقدار میں کاغذ آ جانے کے باوجود بھی مارکیٹ کی کیا حالت رہتی
ر یہ سب کچھ اس لیے لکھنا پڑتا ہے کہ بعض پڑھنے والوں کو یہ تین سو پیسے بے حد
گ رتے ہیں۔ حالانکہ اتنی کم قیمت میں اتنے ہی صفحات والی کوئی اور کتاب
ں نہیں کر سکیں گے۔۔۔ لہٰذا اگر جہازوں کی تشریف آوری کے باوجود بھی کاغذ
قیمتیں کم نہ ہوئیں تو لازمی طور پر یہ تین سو پیسے مزید کمک حاصل کرنا چاہیں گے۔
بات آگے بڑھے گی ورنہ میرے ہم پیشہ لوگ یا تو اپنی شان میں "قصیدے" لکھیں
یا اور کوئی پیشہ اختیار کر لیں گے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آیا ہوا سارا کاغذ "اغوا"
ہے اور بلیک میں اس کے سودے کرتا پھرے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں قیمتیں

ڈگرنے سے رہیں۔ غضب خدا کا پچپن روپے کچھ پیسوں فی ریم والا کاغذ پچھتر روپے فی ریم کے حساب سے بھی نہیں مل رہا۔ مڈل مین آکر چپکے سے کان میں کہتا ہے۔ "اٹھتر روپے میں کچھ تو دلوا دیا جائے۔ اور کمیشن بھی نہیں ملے گا۔"

بہر حال میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کتاب کب تک مارکٹ میں آ سکے گی۔ ایک صاحب کے خط کا تذکرہ بھی ہو جائے۔ لمبا چوڑا رونا رونے کے بعد رقمطراز ہیں کہ اب میں نے سیاست سے توبہ کر کے پولٹری فارمنگ شروع کر دی ہے۔ "بہت اچھا کیا ہے آپ نے کیونکہ سیاست انڈے بچے نہیں دیتی۔ صرف "زندہ باد" سنواتی ہے اور بعد میں "مردہ باد" کرا دیتی ہے۔ اب آپ مرغیوں کی حیات آفریں کڑکڑاہٹ سنیں گے اور مرغوں کی مستی بھری ککڑوں کوں آپ کو نئے جہانوں کی سیر کرائے گی۔ اس پر سے انڈے مفت۔ روزانہ ایک جوڑے کے آب جوش سے اپنی جان بنائیے۔ کہ جان ہے تو جہان ہے۔ فرصت کے اوقات میں بیٹھے سوچا کیجیے کہ پہلے انڈا پیدا ہوا تھا یا مرغی۔ اس سے آپ کو اپنی مناسب ذہنی تربیت کرنے میں بھی مدد ملے گی... خدا مبارک کرے آمین.... اور آخر میں ککڑوں کوں!

ابن صفی

۲۶
۸
۶۸

عمران کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ گاڑی سے اترنے کے بعد اس پر کیا گزرے گی۔ ہیڈ لائٹس بجھاتے ہی پارکنگ لاٹ اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔ انجن بند کر کے وہ ہلکے سُروں میں سیٹی بجاتا ہوا گاڑی سے اترا اور دروازے کو مقفل کر ہی رہا تھا کہ دونوں پہلوؤں میں دو سخت سی چیزیں چبھنے لگیں۔

"خاموشی سے پیچھے ہٹو" کسی نے سرگوشی کی "اور بائیں جانب مڑ کر چلنا شروع کر دو۔"

عمران نے طویل سانس لی اور سیدھا کھڑا ہو کر پیچھے ہٹنے لگا۔ دونوں پستول بدستور اُس کے پہلوؤں سے لگے رہے۔

"بائیں مڑو۔" دائیں پہلو پر دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا گیا اور عمران نے خاموشی سے تعمیل کی۔

گرینڈ ہوٹل کی کھڑکیوں سے چھننے والی روشنی کی رسائی اس حصے تک نہیں ہوتی تھی۔ ورنہ وہ کم از کم کنکھیوں ہی سے ان آسیبوں کی شکلیں دیکھنے کی کوشش ضرور کرتا۔ زیادہ دور نہیں چلنا پڑا تھا۔ پارکنگ لاٹ ہی کی ایک گاڑی تک وہ اُسے دھکیل کر لے گئے تھے۔

پھر کسی تیسرے نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور عمران سے اندر بیٹھنے کو کہا گیا۔ اس مرحلے پر بھی اُسے کچھ کر گزرنے کی صورت نظر نہ آئی مجبوراً وہی کرنا پڑا جس کے لیے کہا گیا تھا۔

دونوں مسلح آدمی اس کے دائیں بائیں بیٹھے تھے۔ اس طرح وہ ان کے درمیان بھنچ کر رہ گیا تھا۔

گاڑی حرکت میں آ گئی تھی اور عمران اسی طرح لاتعلقی سے بیٹھا رہا جیسے وہ آدمی نہ ہو بلکہ انہوں نے کوئی بنڈل اٹھا کر پچھلی سیٹ پر رکھ دیا ہو۔

آخر تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک اُکتا کر بولا۔ "کیا تمہیں علم ہے کہ کہاں لے جائے

جا رہے ہو؟"

"شاندار پروگرام میں کوئی تبدیلی ہو گئی ہے۔" عمران نے عجیب خوش دلی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"جس لڑکی نے مجھے گرینڈ میں مدعو کیا تھا شاید اب اُس کے والد صاحب کے ساتھ رات کا کھانا زہر مار کرنا پڑے گا۔"

دونوں نے قہقہے لگائے اور عمران بھی اُن کی اس مسرت میں شریک ہو گیا۔

"تم کیوں ہنس رہے ہو۔" ان میں سے ایک سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔

"ہنسنے والوں کے ساتھ ہنسنا اور رونے والوں کا ساتھ دینا۔ یہی ہے میری زندگی اور اس کے علاوہ رکھا ہی کیا ہے زندگی میں۔"

"اچھا خاموش بیٹھو۔" دوسرا کڑک کر بولا۔

"میں تو خاموش ہی تھا۔ دوستو۔ چھیڑ چھاڑ تم نے کی تھی۔"

"بس ختم ..... !"

عمران مسکرا کر رہ گیا۔ گاڑی ایک سنسان سڑک پر بہت احتیاط سے چلائی جا رہی تھی کیونکہ سڑک خطرناک بھی تھی۔ کہیں کہیں تو اتنی تنگ تھی کہ دوسری طرف سے آنے والی کسی گاڑی کو راستہ نہ مل سکتا۔ بائیں جانب گہری کھائیاں تھیں اور دائیں جانب اونچی اونچی چٹانیں۔

شیراں کا قصہ ختم ہوتے ہی عمران کو سردار گڑھ سے واپس چلے جانا چاہیے تھا لیکن وہ ابھی تک وہیں مقیم تھا اور اس وقت میرپا کی دعوت پر گرینڈ ہوٹل پہنچا تھا کہ اس وقوعے سے دوچار ہونا پڑا۔

میرپا اس کی بے حد شکر گزار تھی۔ بیٹھے بٹھائے مفت میں اتنی بڑی جائیداد ہاتھ آئی تھی۔ ایک وسیع بینک بیلنس کی مالک بنی تھی۔ اُسے کسی طرح یقین ہی نہیں آتا تھا کہ اس کی تقدیر اس طرح اچانک پلٹ گئی ہے۔

وصیت نامہ ہاتھ آتے ہی شیراں کو یاد کر کے بہت روئی تھی اور عمران اُسے تسلیاں دیتا رہا تھا۔ بہرحال اُسی کی کوششوں کی بنا پر کسی دشواری کے بغیر قانونی

کارروائیاں بھی تکمیل پا گئی تھیں۔ میرپا نے تینوں باڈی گارڈز کی ملازمت بھی برقرار رکھی تھی اور اب انہیں مویشیوں کے اس بہت بڑے فارم کی دیکھ بھال پر لگا دیا تھا جو شیراں نے اس کے لیے چھوڑا تھا۔

اس کے خاندان کے دوسرے افراد بھی اب شیراں ہی کی کوٹھی میں منتقل ہو گئے تھے۔

آخر میں اُس نے عمران سے کہا تھا: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی کیا خدمت کروں، مسٹر عمران۔"

"کسی ڈبے میں بند کر کے ایسی جگہ رکھ دو جہاں مادام شیراں کی پہنچ نہ ہو سکے!" عمران نے جواب دیا تھا۔

وہ ہنس پڑی تھی اور پھر سنجیدہ ہو کر بولی تھی۔ "میرا خیال ہے کہ وہ آپ کو بہت چاہتی ہیں۔"

بہرحال اس وقت یہ دعوت مہنگی پڑی تھی۔

عمران خاموش بیٹھا رہا۔ وہ دونوں بھی خاموش تھے۔ گاڑی تاریکی کا سینہ چیرتی کسی نامعلوم منزل کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے پوچھا۔ "اب رات کے کھانے کی کیا رہے گی۔"

"دھماکے والی غذا کے منتظر رہو۔" بائیں جانب والا ہنس کر بولا اور اس کے ریوالور کی نال پھر اور سختی سے عمران کے پہلو میں چبھنے لگی۔

"یار کہیں ہم سے غلطی تو نہیں ہوئی۔" دائیں جانب والا بولا۔

"کیسی غلطی؟"

"مجھے تو یہ آدمی پاگل معلوم ہوتا ہے۔"

"تمہارا نام علی عمران ہی ہے نا۔" بائیں جانب والے نے سوال کیا۔

"بالکل ہے!"

"خان داور کو تم ہی نے مارا تھا؟"

"ہرگز نہیں! دشمنوں نے اڑائی ہے۔"

بکن دشمنوں نے؟"

"یہ بہت مشکل سوال ہے۔ ایسے لوگ بھی میرے دشمن ہو جاتے ہیں جن کی شکلیں بھی کبھی نہیں دیکھیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"اپنے دلوں سے پوچھو۔ کیا میں تمہیں جانتا ہوں۔ ارے میاں میری شکل ہی ایسی ہے کہ دوسرے دیکھ دیکھ کر خواہ مخواہ سلگتے رہتے ہیں۔ پڑوس میں ایک لڑکی رہتی ہے ایک دن اپنی سہیلی سے کہنے لگی جی چاہتا ہے عمران کی معصومیت مسل کر رکھ دوں اور مجھے بھی بعض معصومیتیں ایسی ہی زہر لگتی ہیں۔"

"اچھا بس اب خاموش رہو۔" بائیں جانب والا ڈپٹ کر بولا۔

"ارے عجیب لوگ ہو تم بھی۔ کبھی پیار محبت سے بات کرتے ہو کبھی پھاڑ کھانے دوڑتے ہو۔"

"ہم ایسے ہی ہیں تم چپ بیٹھو۔"

"بلکہ چپ کر جاؤں خواہ اردو کی ایسی کی تیسی ہی کیوں نہ ہو جائے۔"

"یہ واقعی پاگل معلوم ہوتا ہے۔" دائیں جانب والے نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"تم ہی خاموش کیوں نہیں رہتے۔" ساتھی بولا۔

"شاباش یہ ہوئی اردو۔ ورنہ تم یہ کہتے کہ تم ہی کیوں نہیں چپ کر جاتے۔" عمران پرمسرت لہجے میں بولا۔

"ہمیں اردو مت پڑھاؤ۔" بائیں جانب والا غرایا۔

"پڑھ لو۔ بروز قیامت کام آئے گی۔ دنیا میں تو انگریزی سے بھی کام چل جاتا ہے۔"

"تم عجیب آدمی معلوم ہوتے ہو۔" دائیں جانب والے نے کہا۔ "اتنی دیر سے ادھر ادھر کی بکواس کئے جا رہے ہو لیکن ایک بار بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اس طرح کہاں لے جائے جا رہے ہو؟"

"میرے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ خود سے کہیں بھی نہیں جاتا۔ ملاقات

کے خواہشمند اسی طرح کچھ زیادہ بکلاتے ہیں۔"

"تم کیوں فضول باتیں کر رہے ہو۔" بائیں جانب والے نے اپنے ساتھی کو للکارا۔

"ٹھیک ہے۔ ہمیں خاموش رہنا چاہیئے۔"

"شاباش۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "سعادت مند بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"تم بھی خاموش رہو۔"

"بہت بہتر جناب عالی۔" عمران نے کہا اور طویل سانس لے کر سوچنے لگا۔ کہیں یہ خان داور ہی والا قصہ نہ ہو۔ ممکن ہے اُس کے حواری ہی سمجھے ہوں کہ وہ اسی کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا تھا لیکن اگر وہ انتقام ہی لینا چاہتے ہیں تو اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔ وہیں پارکنگ پلاٹ پر ہی گولی مار دی ہوتی۔ وہ قطعی بے خبر تھا۔ نہیں یہ اور کوئی چکر معلوم ہوتا ہے۔ مگر ان دونوں نے ابھی خان داور کا ذکر کیوں چھیڑا تھا۔ دفعتہً گاڑی رک گئی۔ بائیں جانب والے نے دروازہ کھول کر پھرتی سے اترتے ہوئے کہا۔ "تم بھی اترو۔ خبردار پستول کی زد پر ہو۔"

"مجھے علم ہے کہ بُری طرح زد پر ہوں۔ بار بار یاد نہ دلاؤ۔ ویسے بھی میں اس سفر کا مقصد معلوم کیے بغیر فرار ہونے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

انہوں نے اُسے گاڑی سے اتارا اور تیسرا آدمی جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ ٹارچ روشن کر کے اُن کے آگے چلنے لگا۔ عمران کے دونوں پہلوؤں سے اب بھی پستول لگے ہوئے تھے اور وہ دفعتہً کچھ کر گزرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ کیونکہ ایسی کوئی حرکت خودکشی ہی کے مترادف ہوتی۔ راستہ ہموار تھا۔ پتہ نہیں وہ اُسے کہاں لے جا رہے تھے۔ اس ویرانے میں کسی عمارت کی موجودگی محال تھی۔ آخر یہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ بے خیالی کے عالم میں ان کے ہتھے چڑھا تھا اور بے بسی سے یہاں تک چلا آیا تھا اگر انہیں اس کی جامہ تلاشی لینے کا خیال آگیا تو وہ نہتا بھی ہو جائے گا۔ لہٰذا قبل اس کے کہ انہیں عقل آ جائے اُسے کوئی تدبیر کر لینی چاہیے۔ بس پھر ساری احتیاطوں کو بالائے طاق رکھ کر وہ لڑکھڑایا اور گھٹنوں کے بل گر پڑا۔ پھر

وہ دونوں سنبھلنے بھی نہیں پائے تھے کہ انہیں دو بھرپور لاتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

"کیا ہوا... کیا ہوا" کہتا ہوا تیسرا آدمی پلٹ پڑا۔ جس کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔

عمران کا ریوالور ہپ پاکٹ سے نکل آیا تھا۔ سناٹے میں ایک فائر گونجا اور ٹارچ اُس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑی اور اس کے بعد تو اندھا دھند فائروں سے سناٹے کا سینہ چھلنی ہو کر رہ گیا تھا۔ شاید وہ دونوں اپنے ریوالور خالی کر دینے پر تُل گئے تھے۔ لیکن کس پر...؟ عمران تو اتنی دیر میں اُن سے خاصے فاصلے پر ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں پناہ لے چکا تھا اور اُسے وہ ٹارچ یہاں سے صاف نظر آ رہی تھی۔ جو تیسرے آدمی کے ہاتھ سے گری تھی۔ اب بھی روشن تھی لیکن اُس کا رُخ عمران کی طرف نہیں تھا۔

اپنے ریوالور خالی کر دینے کے بعد شاید وہ انہیں دوبارہ لوڈ کر رہے تھے لیکن جہاں بھی تھے وہاں سے جنبش نہیں کرنا چاہتے تھے۔ عمران کے ریوالور سے صرف ایک ہی فائر ہوا تھا اور وہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ٹارچ والا صرف زخمی ہوا تھا یا ہمیشہ کی نیند سو گیا تھا۔

عجیب سا سناٹا فضا پر طاری تھا اور کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی وہ روشن ٹارچ عجیب تر لگ رہی تھی۔ عمران نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور ایک پیس منہ میں رکھ کر اُسے اس طرح کچلنے لگا۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور وہ ساری زندگی اُسی پتھر کی اوٹ میں بیٹھے رہ کر گزار سکتا ہے۔ لیکن یہ دلجمعی کی کیفیت دیرپا ثابت نہ ہو سکی۔ دوسرے ہی لمحے میں خیال آیا کہ کہیں آس پاس ہی وہ لوگ بھی نہ موجود ہوں۔ جن کے لیے اُسے یہاں لایا گیا تھا۔ بس پھر وہ وہاں سے کھسکنے ہی والا تھا کہ تیز قسم کی روشنی میں نہا گیا اور بالکل مشینی انداز میں اُس کا ریوالور والا ہاتھ پتھر کے نیچے پینک گیا۔

دوسرے ہی لمحے میں کسی کی للکار سنائی دی۔ "تم نشانے پر ہو۔ اپنی گن زمین پر ڈال کر ہاتھ اٹھا دو۔"

عمران دونوں ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا۔ "میرے پاس گن نہیں ہے۔"

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔"

"سیدھا کھڑا ہو گیا۔" عمران نے اُٹھتے ہوئے للکارنے والے کی نقل اُتاری۔

روشنی اب بھی اسی پر پڑ رہی تھی۔

"آگے بڑھو۔" حکم ملا۔

وہ چلنے لگا اور روشنی اُس کے ساتھ ساتھ حرکت کرتی رہی... پھر وہ دونوں بھی دکھائی دیے جو اُسے یہاں تک لائے تھے اور تیسرا قریب ہی اوندھا پڑا نظر آیا۔

بہر حال اسے جلدی سے ایک چھوٹی سی چوبی عمارت کے قریب پہنچا دیا گیا جو اونچی اونچی چٹانوں سے گھری ہوئی تھی۔

"اندر چلو۔" عقب سے کسی نے درشت لہجے میں کہا۔ "یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"کیا اچھا نہیں کیا؟" عمران نے مڑے بغیر پوچھا۔

"یہ ایک پُرامن مشن تھا لیکن تم نے ہمارے ایک آدمی کو زخمی کر دیا۔"

"گھاس تو نہیں کھا گئے۔ میں نے کیسے زخمی کر دیا۔ میرے پاس کیا تھا۔ اندھیرے میں ٹھوکر کھا کر گرا اور تمہارے آدمیوں نے فائرنگ شروع کر دی۔"

"یہ جھوٹ بول رہا ہے۔" دوسری آواز آئی۔ "اس نے لاتیں بھی چلائی تھیں..."

"جلدی سے اٹھ بیٹھنے کو اگر تم لاتیں چلانا سمجھتے ہو تو سمجھا کرو۔ میرا کیا جاتا ہے۔" عمران نے کہا۔

"چلو۔ اندر چلو۔"

وہ بدستور ہاتھ اُٹھائے ہوئے عمارت میں داخل ہوا اور اس طرح دیدے پھاڑنے لگا جیسے تیز قسم کی روشنی بصارت پر اثر انداز ہوئی ہو۔

"خدا کی پناہ... تو تم بھی...!" ایک جانی پہچانی سی نسوانی آواز سماعت

سے ٹکرائی اور عمران جہاں تھا وہیں رُک گیا۔

بائیں جانب مڑ کر دیکھا۔ میریا چند قدم کے فاصلے پر کھڑی نظر آئی۔ کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"بہت خوب!" عمران ہنس کر بولا "اس مذاق کی کیا ضرورت تھی۔ وہ بھی بلایا تھا گرینڈ میں اور میز پر کھانا یہاں لگایا جا رہا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی... یہ لوگ مجھے ریوالور دکھا کر یہاں لے آئے ہیں۔"

"کیسا تھا؟"

"کیا؟" وہ متحیرانہ لہجے میں بولی۔

"ریوالور؟"

"بے تکی نہ ہانکو" وہ روہانسی ہو کر بولی "آخر یہ سب کیا ہے؟"

"بیٹھ جائیے مسٹر عمران۔ اور آپ بھی تشریف رکھیے محترمہ" کسی نے کہا اور وہ آواز کی سمت متوجہ ہو گئے۔

داہنی جانب والے دروازے میں ایک باریش سفید فام آدمی کھڑا نظر آیا۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی۔ گٹھیلے جسم والا اور دراز قد تھا۔ بڑی نکھری ستھری اردو میں انہیں مخاطب کیا تھا۔ عمران نے پھر آکروؤں کی طرح دیدے نچائے۔

"میں نے عرض کیا تھا کہ تشریف رکھیے..." اس نے پھر کہا۔

"آپ کی تعریف؟" عمران نے میریا سے پوچھا۔

"میں کیا جانوں۔"

"جی ہاں! وہ نہیں جانتیں۔ آپ لوگ براہِ کرم تشریف رکھیے۔ یہ ایک ایسا ہی معاملہ ہے کہ ہمیں یہ ناشائستہ حرکت کرنی پڑی تھی۔"

"اچھا... اچھا" عمران خوش ہو کر بولا "خیر کوئی بات نہیں۔ آپ کہتے ہیں تو ہم بیٹھ جاتے ہیں۔"

پھر اس نے میریا کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

میریا حیرت سے کبھی نو وارد کو دیکھتی تھی اور کبھی عمران کو...

نو وارد سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا "میرا نام ووٹ شروم ہے۔"

"جس کا اردو ترجمہ ہوا سفید ککرمتا...!" عمران چہک کر بولا۔

"مسٹر عمران سنجیدگی اختیار کیجیے...!" اس نے کسی قدر تلخی سے کہا۔

"میں بالکل سنجیدہ ہوں۔ فرمائیے۔"

"وہ تصویر کہاں ہے؟"

"کون سی تصویر؟"

"ہاؤل دے سوف۔ وہ در اصل میری ملکیت تھی۔ پچھلے سال چوری ہو گئی تھی۔"

"تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ موسیو شیراں..."

"میں کچھ نہیں کہنا چاہتا" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "سوائے اس کے کہ وہ میری ملکیت تھی..."

"ہو سکتا ہے" عمران نے لاپرواہی سے کہا "لیکن آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

میں نے پوچھا تھا کہ وہ تصویر اب کہاں ہے؟"

"بھلا میں کیا بتا سکوں گا۔"

"تصویر آپ نے تلاش کی تھی...!"

"یقیناً یہ درست ہے۔"

"تو پھر بتائیے کہ وہ تصویر اب کہاں ہے؟"

"تصویر کے ساتھ ہی موسیو شیراں کی ایک تحریر بھی تھی۔ جس کے مطابق وہ تصویر مجھے محکمۂ خارجہ کے کسی ذمہ دار آفیسر کے حوالے کر دینی تھی۔"

"تو پھر آپ نے وہ تصویر کس کے حوالے کی تھی؟"

"کسی کے بھی حوالے نہیں کر سکا تھا۔ اچانک آئی ایس آئی والے نازل ہوئے تھے اور ان دونوں قیدیوں سمیت تصویر کو میرے قبضے سے نکال لے گئے تھے۔"

"آپ کی کیا حیثیت ہے؟"

"بنگلے کا وارث ہو رہا ہوں کیا آپ نہیں دیکھ رہے۔"

"مسٹر عمران، سنجیدگی۔"

عمران نے مزید کچھ کہنے کی بجائے بُرا سا منہ بنایا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"محترمہ آپ بتائیے۔" اس نے میریا سے کہا۔

"میں کیا بتاؤں۔ اس تصویر کے بارے میں مجھے اس وقت تک کچھ نہیں معلوم ہوا تھا جب تک وہ برآمد نہیں کر لی گئی تھی۔ میں موسیو شیراں کی سیکرٹیری تھی لیکن یقین کیجئے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ اس سے کوئی راز بھی وابستہ ہے۔"

"تصویر کون لے گیا؟"

"ملٹری کے کچھ لوگ تھے۔ میں نے ان کی وردیوں سے انہیں پہچانا تھا۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتی۔"

"شیراں نے خصوصیت سے آپ ہی کو اپنا وارث کیوں قرار دیا تھا؟"

"میں نہیں جانتی جناب! یہ سب کچھ میری توقعات کے خلاف ہوا ہے۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"حالانکہ اس کی اصل وارث رعنا پالگر ہوتی۔"

"خود موسیو شیراں نے اس کا تذکرہ کبھی نہیں کیا تھا۔"

"بہرحال، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں مجھے تو اپنی تصویر چاہیے۔"

"آپ نے چوری کی رپورٹ تو درج کرائی ہی ہوگی۔" دفعتہً عمران نے اس سے سوال کیا۔

"یہی تو دشواری ہے مسٹر عمران کہ میرے منیجر کی غفلت سے ایسا نہیں ہو سکا تھا ورنہ میں براہ راست دعویٰ کرتا۔"

"لیکن آپ نے جس انداز میں ہمیں بلوایا ہے قطعی پسند نہیں آیا۔"

"مجبوری مسٹر عمران! اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔ ویسے آپ نے

میرے ایک آدمی کو زخمی کر دیا ہے۔"

"اوہو... آپ بھی بجا فرما رہے ہیں۔ یہ قطعی غیر مستحق تھا۔ میں نے ہرگز اس پر فائر نہیں کیا تھا۔ کیا آپ کے آدمی میری جامہ تلاشی لیے بغیر یہاں تک لائے ہوں گے۔"

اس نے ان دونوں مسلح آدمیوں کی طرف دیکھا جو دروازے کے قریب کھڑے تھے اور ان میں سے ایک ہکلایا۔ "یس سر... ہم... نے سچ... جامہ تلاشی لی تھی۔"

"تو پھر اس پر کس نے فائر کیا؟"

"پپ پتا نہیں جناب... فائر کی آواز سن کر ہم نے بھی فائرنگ شروع کر دی تھی۔"

"اوہ... تو یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔ جاؤ دیکھو۔ کون ہو سکتا ہے؟"

وہ پیر پٹخ کر دھاڑا اور وہ دونوں جلدی سے باہر نکل گئے۔

"میری تو عقل ہی چکرا کر رہ گئی ہے۔" عمران دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کراہا۔

"اب ہم واپس کیسے جائیں گے؟" میریا منمنائی۔

"فی الحال آپ دونوں میرے مہمان رہیں گے۔ واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" سفید فام اجنبی نے کہا۔

"کب پیدا ہوگا؟" عمران نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔

"مسٹر عمران آپ مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔"

"اتنے یقین کے ساتھ نہ کہیے!"

"تو کیا آپ واقعی مجھے بے وقوف بنا رہے ہیں؟"

"اس سلسلے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔"

"معاملات کو الجھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میری مرضی کے بغیر آپ یہاں سے نہیں جا سکیں گے۔"

"خاصا پُر فضا مقام معلوم ہوتا ہے۔" عمران انگڑائی لے کر بولا۔ "لیکن مسٹر شروم ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی...!"

"کون سی بات مسٹر عمران؟"

"یہی کہ مسیو شیراں آپ کی تصویر چرا کر مجھے خارجہ کے حوالے کیوں کرنا چاہتے تھے"

"مجھے خود بھی اس پر حیرت ہے۔" اجنبی نے کہا۔ "آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

"میں تو بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔"

"شیراں سے آپ کا کیا تعلق تھا؟"

"تعلق۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اگر مجھے اس ہیر پھیر کا علم ہوتا تو کبھی اس پر رحم نہ کھاتا۔"

"کس طرح ملاقات ہوئی تھی؟"

"بس ایک شام کلب میں مل بیٹھے تھے۔ اس کی شکل پر چھائی ہوئی یتیمی نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اس نے بتایا کہ وہ چند دنوں کا مہمان ہے اس لیے خوش رہنا چاہتا ہے۔ لہٰذا میں نے اسے کئی لطیفے سنائے اور وہ بہت خوش ہوا۔ پھر اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کا مہمان بن جاؤں۔ میں نے سوچا کہ یہ تو بڑی بس گھنٹوں کی بوریت ہوگی۔ لہٰذا اس کی یہ درخواست بڑی خوب صورتی سے رد کر دی کہہ دیا کہ وقتاً فوقتاً اس سے ملتا رہوں گا۔ لیکن اس کی کوٹھی میں قیام نہیں کر سکتا بس اسی طرح دوستی ہو گئی تھی۔ دراصل میں اس کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کرتا تھا۔ اسے باور کراتا تھا کہ موت کا ایک وقت معین ہے چاہے کینسر کی وجہ سے واقع ہو چاہے بواسیر کی وجہ سے۔ اوہ... خدا کی پناہ۔"

اچانک خاموش ہو کر وہ اجنبی کو حیرت سے دیکھنے لگا۔

"کیوں کیا بات ہے۔ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟" اجنبی نے کہا۔

"معافی ڈیئر مسٹر مشروم آپ بواسیر کے مریض معلوم ہوتے ہیں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ گڑبڑا کر بولا۔

"میں شرط لگانے کو تیار ہوں۔"

"خواہ مخواہ..."

"یقین کیجیے مسٹر مشروم بسا اوقات مریض کو بھی پتا نہیں چلتا کہ وہ بواسیر میں مبتلا ہے۔"

"اور آپ کو پتہ چل جاتا ہے۔" اس نے طنزیہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"بالکل... بالکل... یہ طب مشرق کے اسرار ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"طب مشرق کے مطابق بواسیر کی علامات سب سے پہلے چہرے پر ظاہر ہوتی ہیں۔ آپ کی داہنی طرف کی مونچھ بائیں طرف والی سے چھوٹی ہے..."

"نہیں۔" وہ اپنی مونچھیں ٹٹولتا ہوا بولا۔

"صرف دو ملی میٹر کا فرق ہے۔ یقین نہ آئے تو ناپ کر دیکھ لیجیے۔"

"فضول بات۔"

"ناپ کر دیکھیے اگر میرا اندازہ غلط ثابت ہو تو گولی مار دیجیے گا۔"

"میں واقعی گولی مار دوں گا۔" وہ جھنجھلا کر بولا۔

"شوق سے۔ جائیے ناپ لیجیے۔"

"میرے پاس اسکیل نہیں ہے۔"

"تاگے سے ناپ لیجیے۔ فرق تو ظاہر ہی ہو جائے گا۔"

"تم ان دونوں پر نظر رکھنا میں ابھی آیا۔" اجنبی نے تیسرے مسلح آدمی سے کہا جو دروازے کے قریب کھڑا تھا۔

پھر وہ چلا گیا اور میریا حیرت سے عمران کو دیکھتی رہی لیکن وہ خود اس کی طرف متوجہ نہیں تھا اور اس کے چہرے پر تشویش کے ایسے ہی آثار پائے جاتے تھے جیسے اجنبی کے "بواسیری غم" میں برابر کا شریک ہو۔

دفعتاً میریا کھنکھاری اور وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ تم نے کیا شروع کر دیا ہے؟" وہ آہستہ سے بولی۔

"میں نے شروع کیا ہے؟ بھلا اس کی بواسیر سے میرا کیا تعلق؟"

"یہ کہاں آ پھنسے ہیں؟"

"تم ہی بتاؤ۔ تم پہلے آئی تھیں لیکن آئیں کس طرح۔!"

"گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ فون کر کے ٹیکسی منگوائی اور ٹیکسی نے گرینڈ کی بجائے یہاں پہنچا دیا۔"

"شاید اس کے مقدر میں بواسیر سے صحت یابی میرے ہی ہاتھوں لکھی ہوئی تھی۔"

"پتا نہیں تم کیا کر رہے ہو؟"

"پیٹ پالنے کے لیے کوئی نہ کوئی پیشہ تو اختیار کرنا ہی پڑے گا۔ تمہاری طرح مجھے کوئی بہت بڑی جائیداد تو نہیں مل گئی ہے۔"

"یہاں پیشہ اختیار کرنے بیٹھے ہو۔"

"اس سے پہلے کوئی ایسا مریض ملا ہی نہیں۔ پھر کیوں نہ موقع سے فائدہ اٹھاؤں بغیر آپریشن مسّے غائب۔"

"گندی باتیں مت کرو۔۔۔"

"اوہ۔ آئی ایم سوری۔" اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے اور اس مسلّح آدمی کو گھورنے لگا جو دروازے کے قریب کھڑا تھا۔ اُسے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ دیسی ہی تھا۔

"نہیں! تم ٹھیک ٹھاک ہو۔" عمران سر ہلا کر سنجیدگی سے بولا۔

"کیا واقعی وہاٹ صاحب۔۔۔" وہ جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گیا، کیونکہ اس نے قدموں کی چاپ سن لی تھی۔

مشروم کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ عمران مستفسرانہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"میں نے کہیں یہ علامت نہیں سنی۔"

"آہ۔۔۔ تو میرا اندازہ درست نکلا۔"

"ہاں کسی قدر چھوٹی ہے۔ لیکن میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔"

"نہ کیجیے۔ لیکن جیسے ہی برسات کا موسم شروع ہو گا۔ آپ بیٹھنے کو ترس جائیں گے۔ یہ علامت بادی بواسیر کی ہے۔ اتنا شدید درد اٹھتا ہے کہ آنکھیں نکل پڑتی ہیں۔"

"بس بس! میرا وقت برباد نہ کیجیے۔"

"اچھا تو جو بتائیے وہ کروں۔"

"وہ تصویر آپ محکمۂ خارجہ کے کس آفیسر کے حوالے کرتے؟"

"وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری کے۔"

"لیکن اسے آئی ایس آئی والے لے گئے۔"

"اور میں نے وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری کو ان حالات سے آگاہ کر دیا۔"

"میں نے آپ کے بارے میں خاصی معلومات فراہم کر لی ہیں۔"

"ضرور کر لی ہوں گی۔"

"میں یقین نہیں کر سکتا کہ آپ نے تصویر ویسے ہی اُن لوگوں کے حوالے کر دی ہو گی۔"

"بالکل مفت! یقین کیجیے کہ انہوں نے کوئی معاوضہ مجھے ادا نہیں کیا۔"

"میں معاوضے کی بات نہیں کر رہا۔"

"پھر کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"یہ ناممکن ہے کہ آپ نے اس پینٹنگ کے کیمرہ فوٹو اتارے بغیر اُن کے حوالے کر دی ہو۔"

"کیا وہ کسی محبوبۂ دلنواز کی تصویر تھی کہ مجھ سے ایسی کوئی حرکت سرزد ہو جاتی۔ بچّے کو دودھ پلاتی ہوئی گدھی۔۔۔ ہونہہ۔" عمران برا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" دفعتاً اجنبی طیش میں آ کر بولا۔

"تیز سے تیز سے مسٹر شروم..."

"ورنہ تم کیا کرو گے؟"

"افسوس کہ ان خاتون کی موجودگی میں کچھ زیادہ نہیں کر سکوں گا۔"

"جب تک وہ فوٹو گراف میرے حوالے نہیں کر دو گے، تم دونوں کی رہائی یہاں سے ناممکن ہوگی۔"

"مائی ڈیئر مسٹر شروم تم آخر ہو کیا چیز... اور اس بے تکلفی کی وجہ کیا ہے۔ اگر وہ تصویر تمہاری ہی تھی تو تم فوٹو گراف لے کر کیا کرو گے۔"

"میں دیکھوں گا کہ شیراں نے اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی تو نہیں کر دی تھی۔"

"لیکن افسوس کہ مجھے اس کا فوٹو گراف لینے کی سوجھی ہی نہیں تھی۔ اور میں اب تک متحیر ہوں کہ آخر اس گدھی سے محکمۂ خارجہ یا آئی ایس آئی کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے اور روزا یالگریو اسے کیوں حاصل کرنا چاہتی تھی اور کیا اسے حاصل کرنے کی کوشش کسی قسم کا جرم تھا کہ آئی۔ ایس۔ آئی والے اسے دھر لے گئے؟"

"کیا تم اتنے ہی بھولے ہو مسٹر عمران، جتنا ظاہر کر رہے ہو؟"

"ان سے پوچھو کہ میں کتنا بھولا ہوں۔" عمران میریا کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

دفعتہً اجنبی نے چونک کر اپنے آدمی سے پوچھا۔ "وہ دونوں ابھی واپس نہیں آئے؟"

"نہیں جناب..."

"تم لوگوں نے آنکھیں کھلی نہیں رکھیں۔ شاید کوئی اور بھی ہے۔" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"میں دیکھوں جناب؟"

"نہیں تم یہیں ٹھہر کر ان کی نگرانی کرو۔" اس نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

عمران نگرانی کرنے والے کو آنکھ مار کر مسکرایا۔

"کوئی گڑ بڑ خطرناک ثابت ہوگی جناب۔" وہ اپنی اسٹین گن کو جنبش دے کر بولا۔

"تمہارا صاحب اردو اچھی بول لیتا ہے۔ لیکن سچ مچ بواسیر کا مریض ہے۔"

"مجھے کیا؟" اس نے شانے اچکائے۔

"کچھ کچھ پاگل بھی لگتا ہے۔"

"براہ کرم مجھ سے ایسی باتیں نہ کیجیے۔"

"تم بھی اپنے صاحب ہی کی طرح بے حد شائستہ معلوم ہوتے ہو۔"

"براہ کرم خاموش رہیے۔"

"میں تمہیں باتوں میں الجھا کر نکل بھاگنے کی تاک میں نہیں ہوں۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ میریا کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے اور کبھی کبھی وہ عمران کو غضیلی نظروں سے دیکھنے لگتی تھی۔ آخر کچھ دیر بعد بولی۔ "کیا یہیں رات گزارنے کا ارادہ ہے؟"

"تم جانو! دعوت تم نے دی تھی۔ اگر کوٹھی ہی میں انتظام کر دیا ہوتا تو اس دشواری میں کیوں پڑتے۔"

"بس ہو گئی حماقت۔ لیکن میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"بے حد منحوس گدھی تھی۔"

"آخر تھی کیا بلا...؟"

"مسٹر شروم ہی بتا سکیں گے کیونکہ ان کے دعوے کے مطابق وہ انہی کی ملکیت تھی اور موسیو شیراں چور تھے۔"

"سراسر بکواس ہے۔ براہ کرم تم اس سلسلے اپنی زبان گندی مت کرو۔"

"میں تو مفت میں مارا گیا۔"

"آخر یہ شخص ہے کون؟"

"یوروپین معلوم ہوتا ہے۔ روزا بھی یوروپین ہی تھی۔ آخر یوروپ میں گدھیوں کو اس قدر عروج کیوں حاصل ہو رہا ہے؟"

"اگر کوئی ڈھنگ کی بات نہیں کر سکتے تو خاموش رہو۔"

"یہاں کھانے ہی کیا مل سکے گا؟" عمران نے مسلح آدمی سے پوچھا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تب تو یہ بڑی عجیب بات ہے۔ کیا تم رات کا کھانا کھا چکے ہو؟"

"میں کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔ براہ کرم خاموش رہیے۔"

"یہ کس قسم کی بندوق ہے؟" میریا نے عمران سے پوچھا۔ اشارہ اسٹین گن کی طرف تھا۔

"ٹریگر دبتے ہی بیک وقت متعدد گولیاں نکلتی ہیں اور آدمی چھلنی ہو کر رہ جاتا ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

مسلح آدمی اسٹین گن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ادھر عمران دیر سے فرش پر پڑے ہوئے ایک جھاڑن کو اپنے جوتے پر تول رہا تھا۔ اچانک اس نے وہ جھاڑن مسلح آدمی کے منہ پر اچھال دیا۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ گڑبڑا کر رہ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران نے چھلانگ لگائی۔ داہنا ہاتھ اسٹین گن پر پڑا۔ بایاں پیٹ پر۔ اب اسٹین گن اس کے ہاتھ میں تھی اور مضروب دروازے کے باہر جا پڑا۔

"گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے اندر آجاؤ۔" عمران آہستہ سے بولا۔

اس نے چپ چاپ تعمیل کی اور عمران نے کہا "میں زیادہ دیر تک کہیں بھی نہیں رکتا۔ تمہارے لیے زیادہ بہتر یہی ہوگا کہ خود بے ہوش بن جاؤ۔ ورنہ دوسری صورت میں مجھے تمہارے سر پر ضرب لگانی پڑے گی۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا۔ کیونکہ تم بے حد شائستہ آدمی ہو۔"

آدمی سمجھ دار تھا۔ فوراً ہی منہ کے بل فرش پر گر گیا اور ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

"تم کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو۔ نکلو باہر۔" عمران نے میریا سے کہا جو

قریب ہی کھڑی کانپ رہی تھی۔

انہوں نے کمرے سے نکل کر دروازہ بند کر دیا۔ نگرانی کرنے والے کو اسی میں عافیت نظر آئی تھی کہ عمران کے مشورے پر عمل کرتا۔

باہر اندھیرے اور سناٹے کا وہی عالم تھا۔ عمران نے میریا کا بازو پکڑ کر کہا "ہوشیاری سے چلو کہیں بالفرض منہ نہ توڑ بیٹھنا۔"

"تم ... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"ان کے پاس ایک بہت ہی طاقت ور سرچ لائٹ بھی ہے۔"

"تم اور ڈرا رہے ہو۔"

عمران اندازے سے اس جگہ تک پہنچ گیا۔ جہاں اس نے ایک بڑے پتھر کے نیچے اپنا ریوالور چھپایا تھا۔ ریوالور حاصل کر لینے کے بعد وہ سوچنے لگا۔ کیا وہ کار اب بھی وہیں پر موجود ہوگی۔ جس پر اسے یہاں تک لایا گیا تھا۔

پھر وہ اس جانب بڑھ ہی رہے تھے کہ سرچ لائٹ فضا میں چکرانے لگی۔ عمران نے میریا کو زور سے کھینچا اور وہ گرتے گرتے بچی۔ دونوں جہاں تھے وہیں لیٹ گئے اور عمران نے کہنیوں کے بل ہو کر اسٹین گن کا رخ اس طرف کر دیا جدھر سے سرچ لائٹ پھینکی جا رہی تھی۔

"اب کیا ہوگا؟" میریا ہانپتی ہوئی بولی۔

"آرام سے واپسی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ چپ چاپ پڑی رہو۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔ وہ دونوں سرچ لائٹ کی زد پر نہیں تھے۔ روشنی کا دائرہ کئی بار ان کے اوپر سے گزر گیا تھا۔

"بس یونہی دم سادھے پڑی رہو۔" عمران پھر بولا۔

"خدا غارت کرے اس تصویر کو۔ آخر اس میں کون سے ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔"

"گدھوں اور گدھیوں کے عروج کا زمانہ ہے۔" عمران بولا۔

"کہیں میں پاگل نہ ہو جاؤں۔۔۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہ بار برداری والی گدھی نہیں معلوم ہوتی۔"

"تمہاری باتیں اور دماغ خراب کرتی ہیں۔"

"بس اب اسی طرح لیٹے لیٹے ہی داہنی جانب مڑ کر رینگنا شروع کر دو۔"

"یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔"

"اُٹھ کر چلو گی تو سرچ لائٹ کی زد میں آجاؤ گی۔"

"خداوندا میں کیا کروں۔" وہ منمنائی۔

"جو کہہ رہا ہوں۔ اُس پر عمل کرو۔ ورنہ میں تو مارا ہی جاؤں گا۔"

"اب تو پچھتانا بھی بے کار ہے۔"

"کس بات پر؟"

"اسی پر کہ میں نے موسیو شیرال کی ملازمت اختیار کی تھی۔"

"آدمی کی فطرت۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

"جو چاہو کہہ لو۔ معمول حالات میں اس وقت میں اپنے بستر پر ہوتی۔"

"دولت مندی ویسے بھی کانٹوں کی سیج کہلاتی ہے۔"

"بس ختم کرو۔ میں نے رینگنا شروع کر دیا ہے۔"

"شاباش۔ اسی طرح آگے بڑھتی رہو۔"

بڑی دشواریوں سے وہ اُس مسطح جگہ تک پہنچ سکے تھے جہاں سے گاڑی کا ہیولیٰ زیادہ دور نہیں تھا۔

"وہ۔ وہ کیا ہے۔۔۔؟" میریا خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"وہی گاڑی جس پر مجھے لایا گیا تھا۔"

"خدا کرے وہ کنجی اگنیشن سے نکالنا بھول گئے ہوں۔" میریا بولی۔

"کنجی نہ ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ اگر ٹنکی خالی ہوئی تو وہ گدھی بہت یاد آئے گی۔ جس کی وجہ سے ہم اس حال کو پہنچے ہیں۔"

ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں رُک کر عمران نے ایک کنکری اٹھا کر اُچھالی تھی اور گاڑی کی
ت پر اس کے گرنے کی آواز آئی تھی اور پھر سناٹا چھا گیا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" میریا آہستہ سے بولی۔

"کوئی آس پاس موجود ہوگا تو اِدھر متوجہ ہو جائے گا۔" عمران نے کہا اور اندھیرے
میں جھانکنے لگا۔ نزدیک و دور کسی قسم کی بھی حرکت محسوس نہ کر سکا۔

"اُٹھو اور تیزی سے گاڑی تک پہنچنے کی کوشش کرو۔" اس نے میریا کا شانہ پکڑ کر کہا۔

گاڑی میں بیٹھ جانے کے بعد وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "جلدی کرو کہیں
آ نہ جائے۔"

"اب مجھے گاڑی سے کون اتار سکے گا۔ خاموش بیٹھی رہو۔" عمران نے کہا۔ "کنجی
نیشن میں موجود ہے۔"

دوسرے ہی لمحے میں انجن اسٹارٹ ہوا تھا اور گاڑی حرکت میں آ گئی تھی۔

"اُس مردود نے موسیو شیرال پر چوری کا الزام لگایا تھا۔" میریا کچھ دیر بعد بولی۔

"وہ صرف معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"کیا سچ مچ تم نے اُس کے کیمرے توڑ لیے تھے؟"

"اب تم بور کرو گی۔"

"اوہ ۔۔۔ بھلے کیا ۔۔۔ کوئی اور بات کرو۔"

"کیا بات کرنا ضروری ہے؟"

"پتا نہیں کس قسم کے آدمی ہو۔۔۔"

"مجھے اپنے آدمی ہونے میں شبہ ہے۔"

"تم نے جب اُس کے منہ پر جھاڑن پھینکا تھا اگر اسٹین گن چل جاتی تو کیا ہوتا؟"

"ہماری لاشیں وہیں پڑی رہ گئی ہوتیں۔"

"میں خواہ مخواہ ماری جاتی۔"

"بہتر ہوگا کہ کچھ دنوں کے لیے کہیں اور چلی جاؤ۔ اب تو یہ قصہ ہی چل نکلا ہے۔"

"آخر وہ کیسی تصویر ہے؟"

"شاید تم جاسوسی ناول نہیں پڑھتیں۔"

"مجھے دلچسپی نہیں ہے۔"

"بس تو پھر گول ہو جاؤ۔"

"کیا مطلب..."

"یہ معاملات تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔"

"لیکن میرے لیے بھی تو خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اگر اس وقت تم نہ ہوتے تو میرا نہ جانے کیا حشر ہوتا۔"

"میرے پہنچنے سے قبل کیا باتیں ہوئی تھیں۔"

"کچھ بھی نہیں! وہ میرے کسی سوال کا جواب ہی نہیں دیتے تھے۔ اور وہ اُردو داں انگریز تو تمہارے پہنچنے کے بعد ہی دکھائی دیا تھا۔"

"ٹنکی میں پیٹرول اتنا نہیں معلوم ہوتا کہ ہم شہر تک پہنچ سکیں۔"

"پھر کیا ہوگا؟"

"جہاں بھی گاڑی رکی وہاں سے پیدل۔"

"ہو سکتا ہے ڈگی میں فالتو پیٹرول بھی موجود ہو۔"

"دیکھا جائے گا۔ اب تم اونگھنا شروع کر دو۔"

"کیا چھوڑ بھاگنے کا ارادہ ہے؟"

"خیال بُرا نہیں ہے۔ تمہاری وجہ سے رات کا کھانا بھی گیا۔"

"مجھے افسوس ہے۔"

"تمہارا افسوس میری آنتوں کے کسی کام نہیں آ سکتا۔"

"واقعی اب شرمندگی کی وجہ سے اونگھنا پڑے گا۔" اُس نے کہا پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری سر سلطان اپنی خواب گاہ میں بے خبر سو رہے تھے۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی اور بجتی ہی رہی۔ دیر سے سوئے تھے۔ اس لیے اُٹھتے اُٹھتے بھی گویا جُگ بیت گئے۔ [illegible] جھنجھلاہٹوں کے ساتھ ریسیور کریڈل سے اُٹھایا۔

"گدھے کی لات کھانے والا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا بکواس ہے۔ کون ہے۔" وہ سر جھٹک کر دھاڑے اور نیند کے سارے اثرات اُن کے ذہن سے کافور ہو گئے۔

"مجھ بے چارے کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ جنابِ عالی۔"

اس بار انہوں نے عمران کی آواز پہچان لی اور دانت پیس کر رہ گئے۔

"کیا بجا ہے اس وقت۔" وہ ماؤتھ پیس میں غرائے۔

"ساڑھے تین۔" دوسری طرف سے آواز آئی "یہ سوا ڈھائی گھنٹے میں لائن کلیئر مل سکی ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ میں مردار گدھے سے بول رہا ہوں۔"

"کیا بات ہے؟"

"تصویر کی کہانی ہمارے درمیان سے باہر کیسے گئی۔"

"میں خود بھی متحیر ہوں۔ بات فارن پریس تک پہنچ گئی ہے۔ آج رات ایک غیر ملکی ریڈیو اسٹیشن سے اس سے متعلق ایک مذاکرہ بھی نشر ہوا تھا۔"

"اور میرا استمارا نشر ہوتے ہوتے رہ گیا۔"

"کیا بکواس ہے... شمارا..."

"یعنی شامت میگنی فائیڈ...!"

"سُنو! میں سوتے سے اُٹھا ہوں۔" وہ بہت زور سے غرائے اور عمران اپنی بیتی دُہرانے لگا۔

"تو تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟" سر سلطان نے پوچھا۔

"فی الحال بھاگ کھڑا ہوا ہوں۔ صبح کو دیکھوں گا کہ کیا چکر تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ اب وہ جگہ ویران ملے گی اور اُس عمارت کا مالک انسائیکلوپیڈیا میں بھی نہیں مل سکے گا۔"

"تصویر کہاں ہے؟"

"آپ کی ہدایت کے مطابق آئی ایس آئی والوں کے حوالے کر دی گئی تھی"

"فارن پریس میں اُس کا پروپیگنڈا ہو جانے کے بعد ہم دُشواری میں پڑ گئے ہیں۔"

"کوئی اور چکر؟" عمران نے سوال کیا۔

"مشرقی اور مغربی جرمنی کے سفارت خانوں کے نمائندے اس سلسلے میں تگ و دو کر رہے ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ تصویر اُس کے حوالے کر دی جائے۔"

"سچویشن!"

"بہرحال بات جھگڑے کی ہے۔" سر سلطان بولے۔

"ان کے علاوہ کچھ اور ممالک بھی اس میں دلچسپی لے سکتے ہیں۔ روزا فرانس کی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتی ہے۔"

"تم فی الحال یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ یہ خبر کسی فارن پریس کے نمائندے تک کیسے پہنچی۔"

"مکھی مار کام ہے۔ اور اب اس سے فائدہ ہی کیا۔ بہرحال خبر پہنچ گئی ہے اور گدھی کے چاہنے والے حرکت میں آ گئے ہیں۔"

"آخر اُس تصویر میں ہے کیا؟"

"بظاہر ایک گدھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔"

"لیکن درحقیقت....؟"

"یس جناب۔ میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں کہ گدھی اور اُس کے بچے پر ریسرچ کرنے بیٹھ جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے کہ اقوامِ مغرب گدھی اور اُس کے بچے سے کسی قسم کا جذباتی لگاؤ رکھتی ہوں۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ شیرال کے لواحقین پر کڑی نظر رکھو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اُس کی سیکرٹری کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"سانولی رنگت کے علاوہ اُس میں اور کچھ نہیں رکھا۔"

"پھر وہی بکواس! میں پوچھ رہا ہوں کیا وہ اس سازش میں ملوث ہو سکتی ہے؟"

"سبھی کچھ ممکن ہے جناب! شیرال کے تینوں باڈی گارڈز بھی نظر انداز نہیں کیے جا سکتے۔ اُن میں سے کوئی روزا کا آدمی بھی ہو سکتا ہے۔"

"کس پر شبہ ہے۔؟"

"زخمی پر! میرا خیال ہے کہ وہ زخم خود اُس کا اپنا لگایا ہوا تھا۔ مزید اعتماد حاصل کرنے کے لیے۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میرا کام ختم ہو چکا ہے۔"

"تم نے خود ہی فیصلہ کر لیا۔"

"میرا کام تھا شیرال کا راز دریافت کرنا اور اس سے جو کچھ حاصل ہوا اسے آئی ایس آئی والے لے گئے۔"

"کسی حد تک تمہارا خیال درست بھی ہے۔"

"لیکن میرا مسئلہ روزا تھی۔ اگر زخمی طارق اُسی کا آدمی ہے تو ابھی میرا کام ختم نہیں ہوا۔"

"کسی بات پر بگڑ گئے بھی۔"

"اس بات پر ابھی تک حیران ہوں کہ سانولی رنگت بھی مجھے شاعر نہیں بنا سکی"

"عمران، آدمیت کے جامے میں رہو۔"

"اس سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ آدمیت کا جامہ درندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ چاہے اس میں اخلاقیات کی کتنی ہی کشیدہ کاری کیوں نہ کر ڈالی جا

"اچھا اب بکواس بند کرو۔ مجھے اپنی نیند بھی پوری کرنی ہے۔"

"نیند اور درندگی کے علاوہ آدمی کے پاس اور کچھ بھی نہیں ہے۔"

"تم گھاس تو نہیں کھا گئے۔"

"درندے گھاس نہیں کھاتے۔ البتہ بے چاری گدھی... اوہ خدا کی پنا شاید میں واقعی سنک گیا ہوں۔ بہرحال کہنے کا مطلب ہے کہ تفتیش کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں آئی ایس آئی والوں سے ٹکراؤ بھی ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب...؟"

"اس قضیئے کے فارن پریس تک پہنچنے کے دو ہی ذریعے ہو سکتے ہیں۔ شیرال کے لواحقین یا خود آئی ایس آئی والوں کی کوئی لغزش...!"

"تم اس کی پرواہ مت کرو۔"

"بس یہی معلوم کرنا تھا۔"

"اتنی سی بات کے لیے تم نے اتنی دیر تک الجھائے رکھا۔ سر سلطان بھی گر ہو گئے...

"گدھی نے میری عقل خبط کر دی ہے۔"

"تمہیں اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ مجھے اس پر حیرت ہے
"کسی خاص بات کی نشاندہی اس وقت تک نہیں کر سکوں گا جب تک اپنے محکمے کی لیبوریٹری تک نہیں پہنچ جاتا۔"

"اوہ... تو اس کا یہ مطلب...!"

"خدا حافظ!" کہہ کر عمران نے رابطہ منقطع کر دیا تھا اور سر سلطان ر

ہاتھ میں لیے اُسے گھورتے رہ گئے تھے۔

پھر بُرا سا منہ بنا کر ریسیور کریڈل پر رکھا اور بستر پر لیٹنے بھی نہیں پائے تھے کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بجنے لگی۔

"مجھے تو اب ریٹائرمنٹ لے ہی لینا چاہیے۔" وہ دانت پیس کر بڑبڑائے اور ریسیور کریڈل سے اٹھا لیا۔

"سلطان اسپیکنگ...." انہوں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"جنرل رانی زیدی!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ، اس وقت... خیریت...؟"

"تمہارا وہ آدمی کہاں ہے۔ جس نے باڈی وے موف میرے آدمیوں کے حوالے کی تھی؟"

"سردار گڈھ میں۔"

"اس سے کہو کہ ہم سے رابطہ قائم کرے۔"

"کوئی خاص بات...؟"

"وہ آفیسر قتل کر دیا گیا جس کی تحویل میں تصویر تھی۔ اور تصویر بھی غائب ہو گئی ہے۔"

"تو اس میں میرے آدمی کا کیا قصور؟"

"فارن پریس تک یہ بات کیسے پہنچی؟"

"یہی سوال میں تم سے کرنے والا تھا... اولڈ بوائے!" سر سلطان نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ہم اس سے صرف یہی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ فارن پریس تک یہ بات کیسے پہنچی؟"

"وہ اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ کیونکہ کچھ دیر پہلے وہ یہی سوال مجھ سے کر چکا ہے۔"

"دیکھو سلطان بیٹے! اِن معاملات میں تم مجھ سے زیادہ تجربہ کار نہیں ہو سکتے"

"لیکن میں اپنے اُس آدمی کو تجربات کا پہاڑ سمجھتا ہوں۔"

"آخر ہے کون؟"

"علی عمران!"

"اوہ... تب تو سوچنا پڑے گا لیکن تم اُس سے کہو کہ جلد از جلد ہم سے رابطہ قائم کرے۔"

"کچھ دیر پہلے وہ سردار گڑھ میں مرتے مرتے بچا ہے۔" سر سلطان نے کہا اور آئی ایس آئی کے ڈائرکٹر جنرل کو عمران کی کہانی سنانے لگے۔

"وہائٹ مشروم" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "نام فرضی بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ وہ سردار گڑھ میں کہاں ملے گا؟"

"انسپکٹر کرن کے منیجر سے رابطہ قائم کرو۔ وہ تمہاری کال ری ڈائرکٹ کر دے گا۔"

"اوکے... تھینکس" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ سر سلطان ریسیور ہاتھ میں لیے کچھ سوچتے رہے اور پھر اُسے کریڈل پر رکھ کر تشویش آمیز انداز میں سر ہلاتے ہوئے باتھ روم کی طرف بڑھ گئے۔

آئیڈینٹی کاسٹ ایکوئپمنٹ کے ذریعے وہ چہرہ مکمل کر لیا گیا اور عمران نے اس کی تصدیق بھی کر دی لیکن اس کا اصل نام وہائٹ مشروم نہیں تھا۔ آئی ایس آئی کے ریکارڈ کے مطابق وہ مشرقی جرمنی کا ایک سیکرٹ ایجنٹ میک ہادر ثابت ہوا تھا۔

"وہ کئی مشرقی زبانیں روانی سے بول سکتا ہے۔" کیپٹن برلاس نے عمران کو بتایا۔

"میک ہادر... ہو سکتا ہے سر سلطان کے محکمے میں بھی اس کا ریکارڈ موجود ہو

لیکن داڑھی مصنوعی تھی۔" عمران نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔

"ناک کی مخصوص ساخت کی بنا پر اُس کی شناخت ہوئی ہے۔"

"شاید راکٹ پر بیٹھ کر یہاں آیا ہوگا۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"کیا بات ہوئی...؟"

"پچھلی رات ہی تو ٹی وی سے اُس تصویر کے بارے میں مذاکرہ نشر ہوا تھا۔ اور پچھلی رات ہی وہ مجھ سے اُلجھ پڑا۔ مذاکرہ سنتے ہی راکٹ پر بیٹھا اور پلک جھپکتے سردار گڑھ پہنچ گیا۔"

"کیا پہلے سے یہاں موجود نہیں ہو سکتا؟"

"اگر پہلے سے یہاں موجود تھا تو پھر ہمارا وجود دو کوڑی کا ہوا جاتا ہے۔"

"پتا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ یہاں پہلے سے کیوں موجود تھا۔"

"آپ تو اس انداز میں کہہ رہے ہیں جیسے ہم ہی یہاں اُس کی موجودگی کے ذمہ دار ہوں...!"

"پھر کوئی نہ کوئی تو ذمہ دار ہوگا ہی... اب مجھے اُس ڈپٹی ڈائرکٹر کے بارے میں بھی کچھ بتائیے جو قتل کر دیا گیا۔"

"بیحد ذہین... بہت محتاط آدمی تھے۔"

"پینٹنگ اُن ہی کی تحویل میں تھی...؟"

"جی ہاں...!"

"لیکن اُسے گھر پر رکھنے کی کیا ضرورت تھی...؟"

"وہ خفیہ تحریروں کے ماہر تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ تصویر کے شیڈز میں کوئی نقشہ مخفی ہے۔ لہٰذا ڈائرکٹر جنرل کی اجازت سے وہ اُسے گھر لے گئے تھے تاکہ اس پر زیادہ سے زیادہ وقت صرف کر سکیں۔"

"کس قسم کے نقشے کا شبہ ہوا تھا؟ شاید کا خفیہ خزانہ؟ کیا خیال ہے؟"

"میرا کوئی خیال نہیں، بس اتنا ہی سنتا تھا میں نے۔"

"حالانکہ آپ کو بھی اس کا علم نہ ہونا چاہیے تھا۔"

"میں براہِ راست اُن کا ماتحت تھا اور بہتیرے معاملات میں وہ مجھ سے مشورہ لیتے تھے۔"

"کیا میں وہ جگہ دیکھ سکتا ہوں جہاں اُن کی لاش ملی تھی۔"

"ضرور...! مجھ سے کہا گیا ہے کہ ہر طرح آپ کی مدد کروں۔"

"شکریہ۔"

"وہ رات اُنھوں نے اپنی ذاتی تجربہ گاہ میں گزاری تھی۔"

"غالباً پینٹنگ پر تجربات کرنے کے لیے۔"

"ظاہر ہے...!"

"اور وہیں اُن کی لاش بھی ملی تھی...؟"

"جی ہاں۔ کیا آپ ابھی چلیں گے؟"

"میں تیار ہوں۔" عمران اُٹھتا ہوا بولا۔

وہ باہر نکل کر سیاہ رنگ کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ کیپٹن براؤس نے انجن اسٹارٹ ک

"آپ نے بھی وہ تصویر دیکھی ہوگی؟"

"جی ہاں...!"

"ہنسی تو بہت آئی ہوگی کہ اس بیہودہ سی تصویر کے لیے اتنا ہنگامہ ہوگیا۔"

"کیا یہ غیر فطری بات تھی مسٹر عمران؟"

"قطعی نہیں۔ اگر میں صاحبِ اولاد ہوتا تو یہ لطیفہ اپنے بچوں کو ضرور سناتا اور میری بیوی اُس گدھی کی سات پشتوں کو چھان پھٹک کر رکھ دیتی۔"

"گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم دفتری راز اپنے خاندان والوں تک پہنچا دیتے ہیں" کیپٹن براؤس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"پھر یہ بات فارن پریس کے کسی نمائندے تک کیسے پہنچی؟"

"تصویر آپ کے ہاتھوں ہم تک پہنچی تھی اور آپ کے گرد بھی کچھ لوگ تھے۔"

"میں نے اس کے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ اُن لوگوں کو بھی دیکھا جا چکا ہے، جو میرے آس پاس تھے۔ لیکن اسے تو آپ تسلیم کریں گے کہ میجر فہیم کا معاملہ ڈھکا چھپا نہیں تھا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"یعنی کہ وہ اُس پینٹنگ کو اپنے گھر لے جاتے ہیں۔"

"ظاہر ہے... ورنہ اس طرح قتل کیسے کر دیئے جاتے۔"

"تو یہ بات مجرموں تک آپ ہی لوگوں کے ذریعے پہنچی ہوگی۔"

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"کتنے لوگوں کو اس کا علم تھا؟"

"ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔"

"یعنی ڈی۔ جی۔ آپ... اور میجر فہیم...!"

"جی ہاں...!"

"ڈی جی کو الگ کر دیجیے تو صرف آپ دو رہ جاتے ہیں۔"

"میں غیر شادی شدہ ہوں اس لیے اپنے بچوں کو یہ لطیفہ نہیں سنا سکا تھا۔"

"بہرحال آپ کو یقین ہے کہ یہ بات آپ ہی تک رہی تھی؟"

"اُسی طرح یقین ہے جس طرح خدا کے وجود پر ہے۔"

"گڈ... تو پھر خود میجر فہیم...؟"

"وہ ان دنوں اپنے بنگلے میں تنہا تھے۔ بچے کسی عزیز کے یہاں باہر گئے ہوئے تھے۔"

"ملازمین...؟"

"تین عدد۔ لیکن اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ انھوں نے ملازمین سے اس کے بارے میں کوئی گفتگو کی ہو۔"

"میں تنگ آگیا ہوں۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

کیپٹن برلاس کنکھیوں سے اُس کی طرف دیکھ کر رہ گیا لیکن یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اس نامکمل جملے کا مطلب کیا ہے۔ گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی۔

"میں تنگ آ گیا ہوں۔" عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ "میری زندگی میں جرائم و کشت و خون کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ لوگ تو ایک آدھ گرل فرینڈ بھی پال لیتے ہیں۔"

"اگر آپ کا اشارہ خصوصیت سے میری طرف ہے تو سن لیجئے میں کوئی گرل فرینڈ بھی نہیں رکھتا جسے میں نے یہ لطیفہ سنا دیا ہو۔"

"میجر نعیم کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں اُن کی نجی زندگی سے متعلق صرف اتنا ہی جانتا ہوں کہ تین بچوں کے باپ تھے۔"

"اور ان دنوں بچے باپ سے بہت دور تھے۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"شادی شدہ لوگ بھی گرل فرینڈز رکھتے ہیں۔"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ میجر نعیم اس معاملے میں کس قسم کے آدمی تھے۔"

"ڈرنک کرتے تھے۔؟"

"ممکن ہے کرتے ہوں۔ میں نے اس پر کبھی توجہ نہیں دی۔"

"خیر... خیر..."

"پتا نہیں آپ کس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں۔"

"کبھی کبھی ہم خود ہی اپنے لیے موت کا پھندہ تیار کر لیتے ہیں۔"

"یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خود میجر نعیم ہی نے اُس پینٹنگ کا ذکر کسی سے کر دیا ہوگا؟"

"کیا اس کا امکان نہیں ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔" کیپٹن برلاس نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

وہ منزلِ مقصود پر پہنچ چکے تھے۔ کیپٹن برلاس نے گاڑی روکی۔ میجر نعیم کے خاندان والے واپس آ گئے تھے لیکن تجربہ گاہ مقفل کر دی گئی تھی۔ کیپٹن برلاس نے تجربہ گاہ کا قفل کھلوا

اور عمران سے اندر قدم رکھنے سے پہلے کہا۔ "شاید فنگر پرنٹس پہلے ہی اٹھائے گئے ہوں گے۔"

"جی ہاں ساری کارروائیاں ہو چکی ہیں۔"

وہ تجربہ گاہ میں داخل ہوئے۔ خاصا کشادہ کمرہ تھا اور وہاں رکھی ہوئی اشیاء پر نظر پڑتے ہی کسی فوٹوگرافر کی ورک شاپ کا گمان ہوتا تھا۔

"فنگر پرنٹس کے بارے میں کچھ بتلایئے۔" عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"دو طرح کے نشانات ملے ہیں۔ میجر نعیم کی انگلیوں کے یا اُس ملازم کی انگلیوں کے جو یہاں کی صفائی کرتا ہے۔"

"کوئی مخصوص ملازم ہے۔"

"جی ہاں۔"

"اس سے خاص طور پر پوچھ گچھ کی گئی ہوگی۔"

"تینوں ہی ملازم سرونٹس کوارٹرز میں سوتے ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ جب وہ کوارٹرز میں جانے کے لیے عمارت سے نکلے تھے تو میجر نعیم تجربہ گاہ ہی میں تھے۔ ملازموں نے انہیں مطلع کیا تھا اور وہ صدر دروازہ بولٹ کرنے کے لیے اُن کے ساتھ وہاں تک آئے تھے۔"

"کیا وہ اُس وقت تجربہ گاہ میں تنہا تھے؟"

"ملازموں کی روانگی تک تو تنہا ہی تھے اور صبح کو جب وہ کام پر آئے تو انہیں صدر دروازہ کھلا ہوا ملا تھا۔ یہ غیر معمولی بات تھی کیونکہ میجر نعیم ملازموں سے پہلے بیدار نہیں ہوتے تھے۔"

"تو اُن کی آمد پر دروازہ خود میجر نعیم ہی کھولتے تھے۔"

"جی ہاں، گھنٹی کی آواز پر بیدار ہوتے تھے اور دروازہ خود ہی کھولتے تھے لیکن صرف اُس حالت میں جب وہ بنگلے میں تنہا ہوتے تھے۔ ورنہ خاندان کا کوئی فرد یہ کام انجام دیتا تھا۔"

"نوکر ہمیشہ اپنے کوارٹرز ہی میں سوتے ہیں؟"

"جی ہاں..."

"ایسے حالات میں بھی جب میجر فہیم بنگلے میں تنہا ہوتے تھے؟"

"جی ہاں۔ ملازموں نے یہی بتایا ہے۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ تنہا ہونے کی صورت میں انہیں کم از کم باورچی کو تو بنگلے ہی میں رکھنا چاہیے تھا۔"

"لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا۔"

"یعنی ضرورت پڑنے پر چائے وغیرہ خود ہی بنا لیتے ہوں گے۔"

"ظاہر ہے۔"

"نوکر اس رات کس وقت بنگلے سے گئے تھے؟"

"حسب معمول دس بجے۔"

عمران خاموش ہو گیا۔ اُس کی نظر اُس جگہ جم گئی تھی۔ جہاں فرش پر لاش کے گرد چاک سے نشان ڈالے گئے تھے۔

کیپٹن برلاس نے کہا۔ "آثار کی بنا پر یہ قطعی نہیں کہا جا سکتا کہ قاتل ملازموں کے چلے جانے کے بعد بنگلے میں داخل ہوا ہو۔ نہ کسی کھڑکی کا کوئی شیشہ ٹوٹا ہوا ملا ہے اور نہ کسی دروازے کے بے قاعدگی سے کھولے جانے کی شہادت ملی ہے۔"

"اس سے آپ لوگ کس نتیجے پر پہنچے ہیں؟"

"یا تو قاتل پہلے ہی سے بنگلے کے کسی حصے میں چھپا رہا تھا یا پھر میجر فہیم نے خود ہی اُسے بنگلے میں داخل ہونے کی اجازت دی ہو گی۔"

"ہوں!" عمران پُر تفکر انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"اس سلسلے میں ملازموں کا کیا خیال ہے؟"

"انہوں نے قاتل کے پہلے ہی سے بنگلے میں موجود ہونے کے خیال کو مسترد کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ بنگلے کا گوشہ گوشہ دیکھ کر اپنا اطمینان کر لینے کے بعد ہی رخصت ہوتے تھے۔ خصوصیت سے اُن اوقات میں اور زیادہ محتاط ہو جاتے تھے۔ جب

جر فہیم بنگلے میں تنہا ہوتے تھے۔"

"اُس رات بھی انہوں نے اپنے اس معمول کو ضرور دہرایا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ وہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں اور ان کی دانست میں کوئی بعد میں ی یہاں نہیں آیا تھا۔"

"اس کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا یا کہا جا سکتا ہے؟"

"جی نہیں۔"

"دس بجے کے بعد بھی لوگ ملنے کے لیے آ سکتے ہیں۔"

"ہم نے یہی نظریہ قائم کیا ہے کہ میجر فہیم قاتل سے واقف تھے۔"

"وہ محکمے کا کوئی ایسا آدمی بھی ہو سکتا ہے جسے چیکنگ کے بارے میں ر رہا ہو۔"

"میرے اور ڈی۔ جی صاحب کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔" کیپٹن برلاس نزیہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"آپ تو قاتل ہو ہی نہیں سکتے۔" عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا مسٹر عمران۔ آپ مجھے کیا جانتے ہیں۔"

"جن کی آنکھوں کی بناوٹ قاتل ہوتی ہے۔ وہ حقیقتاً قتل نہیں کر سکتے۔"

"اس اظہار خیال پر میں شرمندہ ہوں یا آپ کا شکریہ ادا کروں مسٹر عمران؟"

"کیا میں یہاں کی چیزوں کو قریب سے دیکھ سکتا ہوں۔"

"ضرور۔ ضرور۔"

پھر عمران تجزیہ گاہ کی مختلف چیزوں کا جائزہ لیتا رہا تھا اور کیپٹن برلاس ے ایسی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔

تھوڑی دیر بعد عمران پھر اُسی کے قریب آ کھڑا ہوا۔ اور اس نے کہا۔ "ہم نے ہاں تفتیش کا کوئی امکانی پہلو نظر انداز نہیں کیا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" عمران نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق گولی بہت قریب سے دل کا نشانہ لے کر چلائی گئی تھی۔"

"اور ملازموں نے فائر کی آواز بھی نہیں سنی تھی۔" عمران بولا۔

"جی ہاں۔ انہوں نے فائر کی آواز نہیں سنی تھی۔"

"سائیلنسر۔۔۔!"

"غالباً سائیلنسر ہی استعمال کیا گیا تھا۔"

"اور یہاں ایسی کوئی چیز آپ لوگوں کو نہیں ملی جس سے قاتل کی نشاندہی ہو سکے؟"

"جی ہاں! وہ بے حد محتاط تھا کہ انگلیوں کے نشانات تک نہیں چھوڑے۔"

"کیا تینوں ملازم ایک ہی کمرے میں سوتے ہیں؟"

"نہیں تینوں کے کمرے الگ ہیں۔"

"لہٰذا کوئی اس کی شہادت بھی نہیں دے سکتا کہ وہ رات بھر اپنے کمروں ہی تک محدود رہے ہوں گے۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" کیپٹن براس اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ معلوم ہونا بے حد ضروری ہے کہ ان میں سے کوئی رات کے حصے میں اپنے کمرے سے نکلا تو نہیں تھا۔"

کیپٹن براس کچھ نہ بولا۔ وہ بھی کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔

"خیر یہ سب کچھ آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ اس لیے آپ کو مجھے یہیں چھوڑ جانا پڑے گا۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟"

"بس آپ جائیے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

لیکن وہ خاموش کھڑا عمران کو دیکھتا رہا۔

"میں اپنے طور پر کام کرنے کا عادی ہوں کیپٹن۔"

"مجھ سے کہا گیا ہے کہ آپ کو اسسٹ کروں۔"

"فی الحال اس سے بہتر اسسٹنس نہیں ہو سکتی کہ آپ مجھے تنہا چھوڑ دیں۔"

"یہاں تجربہ گاہ میں؟"

"نہیں ڈرائنگ روم میں۔"

"اوہ تو آپ خاندان والوں سے بھی پوچھ گچھ کریں گے۔ حالانکہ وہ لوگ یہاں نہیں تھے۔ آج ہی صبح واپس آئے ہیں۔"

"کیپٹن براس پلیز۔" عمران ہاتھ اٹھا کر رہ گیا۔

"اچھی بات ہے چلیے۔ لیکن کیا بیگم فہیم سے آپ کا تعارف بھی کرانا پڑے گا۔"

"ہرگز نہیں۔ بس آپ مجھے ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر چلے جائیے گا۔ لیکن ٹھہریئے۔ آپ نے مجھے اس ملازم کا نام تو بتایا ہی نہیں جو تجربہ گاہ میں صفائی کرتا ہے۔"

"سردار۔۔۔"

وہ تجربہ گاہ کو مقفل کر کے عمران کو ڈرائنگ روم میں لے آیا اور آہستہ سے بولا۔

"بیگم فہیم سے گفتگو کرنے کے سلسلے میں ذرا محتاط رہیے گا۔"

"میں نہیں سمجھا؟"

"غیر معمولی تاب کی خاتون ہیں۔ اُن کی آنکھوں میں آج تک کسی نے آنسو نہیں دیکھے۔ حد ہو گئی کہ اس موقع پر بھی وہ بیحد پرسکون نظر آ رہی ہیں۔"

"بہت غصہ ور ہیں کیا؟"

"نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔"

"میجر فہیم سے کیسے تعلقات تھے؟"

"خوشگوار۔۔۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ سردار کو میرے پاس بھیج کر چلے جائیے۔ اُسی کے توسط سے میں بیگم فہیم سے بھی رابطہ قائم کر لوں گا۔"

"میرا کارڈ رکھیے۔" کیپٹن براس نے کہا۔ "جب بھی میری ضرورت ہو رنگ کر لیجیے گا۔"

عمران نے کارڈ دے کر اُس کا شکریہ ادا کیا اور اُس کے جاتے ہی اس کے چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برسنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد ملازم سردار ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ جوان العمر اور خوش شکل تھا۔ آنکھوں کی بناوٹ سے کسی قدر ذہین بھی معلوم ہوتا تھا۔

"فرمایئے جناب" اُس نے عمران کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

عمران نے احمقانہ انداز میں اُسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور اُٹھ کر اُس کے کان میں آہستہ سے بولا "بیگم فہیم تم سے خوش نہیں معلوم ہوتیں"

وہ چونک کر پیچھے ہٹ گیا اور عمران کی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

"خیر کوئی بات نہیں" عمران اونچی آواز میں بولا "تجربہ گاہ کی صفائی تم ہی کرتے ہو۔"

"جی ہاں جناب!" اس نے جواب دیا لیکن اُس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"وہ کرسی اُٹھا کر میرے قریب بیٹھ جاؤ" عمران پھر آہستہ سے بولا اور اس طرح چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے خدشہ ہو کہ کہیں کوئی تیسرا بھی تو اُن کی گفتگو نہیں سُن رہا۔

سردار نے ہچکچاتے ہوئے تعمیل کی تھی۔ عمران نے بیٹھتے ہوئے سرگوشی کی۔ "قتل والی رات کو تم کس وقت دوبارہ بنگلے میں آئے تھے"

"م۔ میں ... ج ... جی ... نہیں تو ..."

"یہ قتل کا معاملہ ہے سردار۔ بیگم فہیم بڑی خود دار خاتون ہیں اس لیے وہ کبھی اپنی زبان نہیں کھولیں گی۔ حالانکہ وہ سب کچھ جانتی ہیں"

سردار تھوک نگل کر رہ گیا۔

"وہ اپنی زبان نہیں کھولیں گی اور تم حق نمک ادا کرو گے۔ پھر جانتے ہو کیا ہوگا؟"

سردار کچھ نہ بولا۔ اچانک برسوں کا بیمار نظر آنے لگا تھا۔

"پھر یہ ہوگا اے وفادار ملازم کہ قاتل سزا سے بچ جائے گا" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"م۔ میں پاگل ہو جاؤں گا جناب" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اچھا تو۔ اپنے کوارٹر میں چلو۔ میں بھی یہاں بات کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔"

"بہت اچھا جناب!"

وہ ڈرائنگ روم سے نکل کر برآمدے میں پہنچے ہی تھے کہ عقب سے ایک نسوانی آئی "سردار کہاں جا رہے ہو۔ اور یہ کون صاحب ہیں" عمران بوکھلائے ہوئے ز میں مڑا۔ بائیں جانب والے دروازے میں ایک صحت مند اور وجیہہ عورت کھڑی نظر آئی۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔

"آداب بجا لاتا ہوں فہیم صاحبہ" عمران نے بہت زیادہ بدحواسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "مجھے بتایا گیا ہے کہ سردار تجربہ گاہ کی بھی دیکھ بھال کیا کرتا تھا۔ لہٰذا اس سے کچھ باتیں کرنی ہیں"

"آپ ہیں کون ...؟"

"میں برائٹو لکس کمپنی کا نمائندہ ہوں۔ ہم نے میجر صاحب کو ایک مخصوص قسم کا انلارجر کچھ دنوں کے لیے عاریتاً دیا تھا۔ اسی کے بارے میں پوچھ گچھ کرنی ہے"

"اُس کے بارے میں کیا پوچھ گچھ کیجئے گا۔"

"وہ انلارجر تجربہ گاہ میں موجود نہیں ہے"

"ہر قسم کی گفتگو میری موجودگی میں ہوگی"

"بہت بہتر بیگم صاحبہ" عمران نے کہا اور سردار کی طرف مڑ کر بائیں آنکھ دبائی اور پھر بولا۔ "ہاں تو میاں سردار وہ انلارجر کہاں ہے جس پر ٹریڈ مارک کے طور پر اُڑتی ہوئی چمگادڑ بنی ہوئی تھی۔"

وہ سر کھجاتا ہوا بولا "جی ... تھا تو ... میں نے دیکھا تھا"

"ایک منٹ" عورت ہاتھ اُٹھا کر بولی "آپ کیپٹن برلاس کے ساتھ آئے تھے؟"

"جی ہاں۔ وہ انلارجر بہت قیمتی تھا لیکن تجربہ گاہ میں موجود نہیں ہے۔ کیپٹن برلاس جلدی میں تھے۔ اس لیے یہ پوچھ گچھ کے لیے سردار کو میرے حوالے کر کے چلے گئے۔"

"تو آپ پوچھ گچھ کے لیے اسے کہاں لے جا رہے ہیں؟"

"یہیں لان پر سا اندر کچھ گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی۔"

"تم اس انلارجر کے بارے میں کیا جانتے ہو؟" عورت نے براہِ راست سردار سے سوال کیا۔

"مم۔ میں... جی بس دیکھا تھا۔!"

"اب وہ کہاں ہے؟"

"جی... جی... میں نہیں جانتا۔.."

"بات ختم ہو گئی۔" عورت نے عمران سے کہا۔

"میں تو مفت میں مارا گیا۔" عمران کراہا۔ "ذاتی تعلقات کی بنا پر میں نے وہ انلارجر کچھ دنوں کے لیے میجر صاحب کو دے دیا تھا۔"

"کیا قیمت تھی اس کی۔" !

"قیمت۔ قیمت تو کیٹلاگ دیکھ کر ہی معلوم ہو سکے گی۔"

"دیکھ کر بتا دینا۔ قیمت ادا کر دی جائے گی۔" عورت نے خشک لہجے میں کہا۔

عمران بے حد خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ "بہت بہت شکریہ۔"

"جاؤ تم اپنا کام دیکھو۔" عورت نے سردار سے کہا اور وہ سر جھکائے ہوئے اندر چلا گیا۔ ساتھ ہی عورت بھی دروازے میں مڑ گئی اور عمران اس طرح منہ چلانے لگا جیسے کسی کڑوی کسیلی چیز کا ذائقہ یاد آ گیا ہو۔

رات کے گیارہ بجے تھے اور میجر فہیم کا بنگلہ تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔ البتہ کمپاؤنڈ کے پھاٹک کے بلب کی مدھم سی روشنی تھوڑی سی جگہ کو روشن کیے ہوئی تھی۔

عمران نے تاریک حصے والی کمپاؤنڈ وال پھلانگی اور سرونٹس کوارٹرز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ خوش قسمتی سے میجر فہیم کے بنگلے میں کتے نہیں تھے۔ اس لیے

کام بے حد آسان ہو گیا تھا۔

ایک ایک کمرے کے تین کوارٹرز ایک ہی قطار میں واقع تھے اور ہر کمرے کے آگے صحن تھا۔ جس کی دیواریں زیادہ اونچی نہیں تھیں۔ وہ پہلے ہی معلوم کر چکا تھا کہ سردار کس کوارٹر میں رہتا ہے۔ دروازے پر دستک نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس لیے صحن کی دیوار بھی پھلانگنی پڑی۔ کمرے میں مدھم روشنی تھی۔

کودنے کی آواز سن کر سردار باہر نکل آیا۔

"شور مت مچانا۔ میں ہوں انلارجر والا..." عمران آہستہ سے بولا۔

"تو دیوار پھلانگ کر۔"

"تم دیکھ ہی چکے ہو کہ بیگم صاحبہ تمہاری کتنی کڑی نگرانی کر رہی ہیں۔ خیر بااطمینان سے باتیں ہوں گی اور تم کسی خسارے میں بھی نہ رہو گے کیونکہ میں میجر فہیم کے محکمے کا آدمی نہیں ہوں۔ میری تفتیش میری ہی ذات تک محدود رہے گی۔ غالباً تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے۔"

"جج۔ جی ہاں... چلیے اندر چلیے۔" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

ایک شکستہ حال کرسی پر عمران کو بٹھاتے ہوئے کہا۔ "بیگم صاحبہ ہر وقت چوکس رہتی ہیں لیکن مجھے حیرت ہے جناب کہ انہوں نے آج تک وہ بات نہ میجر صاحب کے منہ پر ڈالی اور نہ مجھ سے ہی کچھ کہا۔"

"بڑے دل گردے کی عورت معلوم ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد بھی نہیں چاہتی کہ اس کے شوہر کی عزت پر حرف آئے۔ خیر ہاں تم مجھے تفصیل سے بتاؤ تاکہ میں قاتل پر ہاتھ ڈال سکوں۔"

"میرے علاوہ اور کوئی اس کے بارے میں نہیں جانتا۔"

"میرا بھی اندازہ تھا۔"

"بہت دنوں سے وہ یہاں آتی جاتی رہی ہے۔ صاحب نے صرف مجھے رازدار بنایا تھا۔"

"بیگم صاحبہ کی موجودگی میں بھی آتی تھی؟"

"کبھی نہیں جناب۔ بیگم صاحبہ ہر ماہ تین چار دن کے لیے اپنے مائیکے جاتی ہیں۔ پتا نہیں کیا ہوتا ہے کہ سب سے چھوٹا بچہ نانی کے لیے تڑپنے لگتا ہے اور وہ مچلتا ہے کہ بیگم صاحبہ کو جانا ہی پڑتا ہے..."

"میجر فہیم ہی چپکے سے اُسے اُکسا دیتے ہوں گے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے جناب۔"

"بہرحال وہ اُس وقت آتی ہوگی۔ جب تم تینوں اپنے کوارٹر میں چلے آتے"

"جی ہاں۔ لیکن اُس کے بعد مجھے پھر چپکے سے جانا پڑتا تھا۔ چائے پانی کا انتظام کرنے کے لیے۔ صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ اس سے جرمن پڑھتے ہیں"

"اور تمہیں کیا پڑی تھی کہ تم اور کچھ سمجھتے۔"

"جی ہاں لیکن جان جوکھم کا کام تھا۔ جان پہ بنی رہتی تھی۔ کہ کہیں بات بیگم صاحبہ کے کانوں تک نہ پہنچ جائے۔"

"تو وہ قتل والی رات کو بھی آئی تھی؟"

"جی ہاں..."

"تنہا تھی...؟"

"جی ہاں۔ میں نے تو اس کے ساتھ اور کسی کو بھی نہیں دیکھا تھا۔"

"تم نے یہ معلوم کرنے کی کوشش تو ضرور کی ہوگی کہ رہتی کہاں ہے؟"

"کبھی کوشش نہیں کی بس ایک بار اتفاق سے معلوم ہو گیا تھا۔ ایک دن با میں دکھائی دی اور میں اس کے پیچھے لگ گیا۔ بس خواہ مخواہ سنک گیا تھا۔ اس طر کی جگہ معلوم ہو گئی تھی۔"

"کہاں رہتی ہے؟"

"سی بریز کے پاس جو لگژری اپارٹمنٹس ہیں۔ انہی میں چودہ نمبر کا اپارٹمنٹ"

"نام جانتے ہو؟"

"جی نہیں نام تو... نہیں معلوم ہو سکا۔ صاحب سے کبھی کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہیں پڑی..."

"قدرتی بات ہے۔ کیا عمر ہوگی...؟"

"یہی بائیس سال سے زیادہ کی نہیں ہے۔ بہت خوب صورت ہے صاحب۔"

"غیر ملکی ہے۔"

"جی صاحب۔ جرمن ہوگی۔ تبھی تو صاحب اس سے جرمن زبان پڑھ رہے تھے۔"

"اچھا تو اُٹھو اور چپ چاپ میرے ساتھ نکل چلو۔"

"جی صاحب۔ میں نہیں سمجھا۔"

"تمہاری زندگی بھی خطرے میں ہے۔ کسی وقت بھی تمہاری موت واقع ہو سکتی ہے۔"

"نہیں صاحب!" اچانک وہ بے حد خوف زدہ نظر آنے لگا۔

"یقین کرو۔ تم نے اُسے قتل والی رات کو یہاں دیکھا تھا۔ مجھے تو اسی پر حیرت ہے کہ تمہیں اُن لوگوں نے زندہ کیسے چھوڑا۔"

"وہ اکیلی تھی صاحب۔ اور کوئی نہیں تھا اُس کے ساتھ۔"

"باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔ چپ چاپ نکل چلو ورنہ پچھتانے کا موقع بھی نہ مل سکے گا۔"

بڑی دشواریوں سے وہ اس پر آمادہ ہوا تھا۔ بہرحال چوروں ہی کی طرح وہ دونوں وہاں سے رخصت ہوئے۔

"لیکن جناب آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔" سڑک پر پہنچ کر سردار نے پوچھا

"میرے مہمان رہو گے۔"

"اور یہاں سے میری گمشدگی کا کیا اثر ہوگا۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو سب ٹھیک ہی ہوگا۔"

وہ واقعی بہت خوب صورت تھی۔ اخروٹ کی رنگت والے بالوں کی چھاؤ
میں گہری نیلی آنکھیں بالکل ایسی ہی لگتی تھیں جیسے برسنے والے بادلوں نے دو
جھیلوں کو تاک لیا ہو۔ لپ اسٹک شاید استعمال ہی نہیں کرتی تھی۔ کیونکہ اس کے
بھرے بھرے سے ہونٹ یوں بھی سرخ ہی رہتے تھے۔ ایکسٹو نے صفدر کو اس
کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔ سی بریز کے قریب والے لنگز ری اپارٹمنٹس کے چود
فلیٹ میں یہ رہتی تھی۔ سیاؤمین جیڈا نام تھا۔ اسی نام کی تختی اپارٹمنٹ کے ص
دروازے پر نصب تھی۔

صفدر کے اندازے کے مطابق وہ وہاں تنہا ہی رہتی تھی اور ایک غیر م
سفارت خانے سے تعلق تھا۔ سفارت خانے کے پریس اٹیچی کی پرسنل اسسٹنٹ تھی
صفدر نے یہ ساری معلومات دن بھر میں حاصل کر لی تھیں اور ایکس
کی ہدایت کے مطابق اس وقت فون پر عمران کو اس سے متعلق رپورٹ دے رہا تھا
رپورٹ عمران کو دے رہا تھا اس لیے ابتداء اس کے حسن کی تعریف سے
ہوئی تھی۔

”یقین کیجیے۔ بہت دنوں کے بعد اتنی خوب صورت لڑکی نظر آئی ہے۔“

”الحمدللہ!“ دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ ”یعنی تم ڈالوگے
گلاوٹ بھی لگاؤ گے؟“

”جیسے آپ فرمائیں۔“

”میرا خیال ہے کہ اسے معاف ہی کر دو۔ کیونکہ ایک لاش بھی اس کے ک
میں پھنسی ہوئی ہے۔“

”کس کی لاش؟“

تفصیل میں پڑنے کی اجازت نہیں۔ ورنہ تمہیں پھر فاتحہ خوانی اس کی قبر تک بھی پہنچا دیتا۔ اب کام کی بات کرو۔“

صفدر نے باقاعدہ رپورٹ دینی شروع کی اور اس کے خاموش ہونے پر عمران کی آواز آئی۔ ”اب تمہیں اس کی سرگرمیوں پر نظر رکھنی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس کے ملنے جلنے والوں میں کوئی ایسا آدمی تو نہیں ہے جس کی ناک کے بائیں نتھنے میں چھوٹا سا شگاف ہو۔“

”بہت بہتر...“

”اگر کوئی ایسا آدمی نظر آ جائے تو مجھے فوراً مطلع کرنا۔“

”آپ کہاں ملیں گے؟“

”لیلیٰ کی گلی میں۔“

”کیا مطلب؟“

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”ہوش میں ہو یا نہیں۔ تم مجھ سے لیلیٰ کا مطلب پوچھ رہے ہو جبکہ قوم کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ وہ کون تھی۔“

”سوال یہ ہے کہ اس کا آپ سے کیا تعلق؟“

”ہاں یہ قاعدے کی بات پوچھی ہے تم نے... تو سنو کہ تمہارے پاس میرے جتنے بھی نمبر ہیں ان ہی میں سے کسی نہ کسی پر ضرور مل جاؤں گا۔“

”لیلیٰ والی بات پھر بھی رہی جاتی ہے۔“

”میرے فلیٹ سے جو راستہ محکمہ ٹیلیفون کے دفاتر تک جاتا ہے اسے میں لیلیٰ کی گلی کہتا ہوں۔“

”کوئی خاص وجہ...“

"کسی الو کے دھوکے میں کمبخت میری لالٹین کاٹ گئے ہیں۔ خیر لعنت بھیجو ان پر۔ ہاں تو اس وقت وہ پری تمثال کہاں ہے؟"

"سی بریز میں تنہا بیٹھی ہوئی ہے۔"

"کیا خیال ہے کسی کی منتظر ہے۔"

"یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ویسے کچھ لکھ رہی ہے۔"

"اس کے آس پاس کوئی میز خالی ہو تو تم بھی پومفرٹ کی ایک پلیٹ اور کافی منگوا کر جھک مارنا شروع کر دو۔"

"بل کون ادا کرے گا؟"

"احمق گمنام احمق۔!"

"یہ کون صاحب ہیں۔"

"ہیں ایک صاحب وہیں بیٹھے ہوئے مل جائیں گے۔"

"جغرافیہ کیا ہے؟"

"ٹی۔ وی کے لیے عجیب قسم کے ڈرامے لکھتے ہیں اور غیر ملکی نظموں کے ترجمے کر کے خود کو شاعر سمجھنے لگے ہیں۔"

"کچھ چہرے مہرے کی بھی بات ہو جائے۔"

"شکل دیکھ کر خواہ مخواہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ پتلون کے اندر چھوٹی سی دم ضرور پوشیدہ ہوگی۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔"

"یار بل میرے ذمے۔ اب چھوڑو بھی فون۔" عمران نے کہا اور پھر رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

سی بریز ہی کے پبلک بوتھ سے اس نے یہ کال کی تھی۔ لہٰذا پاؤلین کے قریب والی میز تک پہنچنے میں دیر نہ لگی۔ وہ اب بھی پہلے ہی کی طرح لکھنے میں مصروف تھی۔

صفدر نے ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی اور دوسرے ندیدوں کے سے انداز میں

پاؤلین کو گھورنے لگا۔ مقصد یہ ظاہر کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ اس نے محض اسی کے لیے اس کے قریب کی ایک خالی میز منتخب کی ہے۔ وہاں سبھی پاؤلین کو گھور رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد دو مرد اور ایک عورت پاؤلین کی میز کے قریب آ رکے۔ یہ تینوں بھی غیر ملکی ہی تھے۔ وہ سر جھکائے لکھنے میں اتنی منہمک تھی کہ جب تک ان میں ایک کھنکارا نہیں تھا وہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔

بہرحال خاصے والہانہ انداز میں اس نے ان کا استقبال کیا تھا اور اپنے ساتھ بیٹھنے کی پیش کش کی تھی۔

ان کی آپس کی گفتگو ایسی نہیں تھی جس سے صفدر کو دلچسپی ہو سکتی لیکن پاؤلین کے بولنے کا انداز بھی اسے بیحد دلکش لگ رہا تھا۔ اگر ایک مشتبہ فرد کی حیثیت سے وہ اس کے زیر نگرانی نہ ہوتی تو وہ اس سے مل بیٹھنے کی کوشش ضرور کرتا۔ قریباً ایک گھنٹے تک وہ لوگ کافی اور تلی ہوئی مچھلی سے شغل کرتے رہے تھے، پھر ایک جوڑا اٹھ کر رخصت ہو گیا تھا۔ دوسرا مرد پاؤلین کے ساتھ ہی بیٹھا رہا۔

"اب بتاؤ کیا رہی؟" پاؤلین نے اس سے سوال کیا۔

"ملازم اچانک غائب ہو گیا ہے اور ان لوگوں کو بھی اس کی تلاش ہے۔" مرد بولا۔

"ابھی خبر نہیں ہے۔ آخر تم نے اسے ٹھکانے لگا دینے میں اتنی دیر کیوں لگا دی؟"

"موقع نہیں مل سکا تھا۔"

"اس کا اس طرح غائب ہو جانا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"وہم میں نہ پڑو۔ وہ اسی لیے غائب ہو گیا ہے کہ کہیں بات تم تک نہ جا پہنچے۔"

"اسے مجھ سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے؟"

"اپنے مالک کا راز دار تھا۔ نہ چاہتا ہوگا کہ مرنے کے بعد اس کی بدنامی ہو۔ آخر شادی شدہ آدمی تھا۔"

"تمہاری یہ دلیل مجھے مطمئن نہیں کر سکتی۔"

"اوہ فکر نہ کرو۔ یہ سب احمق اور احساس کمتری کے شکار ہیں۔ ان کے فرشتے بھی ہم

تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"اور اگر پہنچ ہی گئے تو....؟"

"اس صورت میں ممکن ہے جب ملازم اپنے پچھلے بیان سے منحرف ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے باس ہی نے اُس کا کوئی انتظام کر دیا ہو۔"

"ناممکن ہے۔ باس نے اُسے بھی تمہارے ہی ذمے ڈالا تھا۔ یہ بہت بُرا ہوا — بہت ہی بُرا۔"

"میں اُسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"مجھے باخبر رکھنا۔ اب جاؤ۔ تم نے مجھے بے اطمینانی میں مبتلا کر دیا ہے۔"

وہ اُٹھ گیا۔ گفتگو کا یہ حصہ صفدر کے لیے اہم تھا اور عقلمندی کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ وہ فوری طور پر عمران کو اس سے مطلع کرنے کی بجائے اُس آدمی کا تعاقب شروع کر دیتا لہٰذا اُس نے پاؤلین کو وہیں چھوڑا اور کاؤنٹر پر بل ادا کر کے اُس آدمی کے پیچھے چل پڑا۔

پاؤلین اپارٹمنٹ کا صدر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ راہداری کا بلب روشن کیا اور لیونگ روم میں پہنچ کر وہاں بھی روشنی کی ہی تھی کہ اُچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی کیونکہ سامنے والی کرسی پر ایک اجنبی بیٹھا ہوا نظر آیا تھا۔ پھر وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اُس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ انداز میں اتنا اپنا پن تھا کہ وہ خاموش ہی رہ گئی۔

وہ آہستگی سے اُٹھ کر اُس کے قریب پہنچا اور جیب سے ایک پرچہ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا جس پر جرمن زبان میں ٹائپ کیا ہوا مختصر سا مضمون تھا۔

"تمہارا اپارٹمنٹ اُن لوگوں نے بگ کر دیا ہے۔ تمہاری ساری گفتگو سُن لیں گے۔ منیجر فہیم کے ملازم نے انہیں تمہارے متعلق سب کچھ

بتا دیا ہے اور وہ تم تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ تم فی الحال اس آدمی کے ساتھ اپارٹمنٹ ہی میں ٹھہرو اور جب دروازے پر تین بار ہلکی دستک سنو تو اسی کے ساتھ باہر آ جاؤ۔ یہ تمہیں محفوظ مقام پر پہنچا دے گا۔ اس سے کسی قسم کی گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس دستک سننے کی منتظر رہو۔ کسی قسم کا سامان ساتھ لینے کی ضرورت نہیں ہے.... یہ آدمی اچھی طرح جانتا ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے۔"

پاؤلین نے طویل سانس لی اور اُس آدمی کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ یورپین ہی معلوم ہوتا تھا لیکن وہ اس کی قومیت کا اندازہ نہ لگا سکی۔ تحریری ہدایت کے مطابق وہ اس سے کچھ پوچھ بھی سکتی تھی۔ خاموشی سے بیٹھ گئی۔ اور وہ بھی سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اسی طرح قریباً تین گھنٹے گزر گئے۔ پھر اُس نے دروازے پر تین بار ہلکی دستک سنی اور اس کے اُٹھنے سے پہلے ہی وہ آدمی اُٹھ گیا۔

دونوں بہت احتیاط سے باہر نکلے۔ اجنبی بہت زیادہ چوکنا لگ رہا تھا۔ وہ اُسے ایک گاڑی کے قریب لایا اور اُس کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بیٹھ گئی تو دروازہ بند کیا اور گھوم کر اسٹیرنگ سائیڈ پر آیا۔

گاڑی بہت تیز رفتاری سے روانہ ہوئی تھی۔ وہ بار بار اُس کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔ کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔ لیکن تحریری ہدایت یاد آ جانے پر خاموش ہی رہ جاتی اور وہ خود تو تھا ہی خاموش۔

پھر پاؤلین نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ گاڑی شہر کی طرف نہیں جا رہی تھی۔ پاؤلین نے سوچا کہ وہ محفوظ مقام شہر سے باہر ہی کہیں ہو گا اور اطمینان سے بیٹھی رہی۔

اس سفر کا اختتام ایک تاریک اور سنسان جگہ پر ہوا تھا۔ انجن بند کر کے اجنبی نے اس سے جرمن میں کہا۔ "کچھ دور پیدل چلنا پڑے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔" پاؤلین نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ دونوں گاڑی سے اُتر گئے اور اجنبی اُس کے دروازوں کو مقفل کرنے لگا۔

پاؤلین سوچ رہی تھی کہ وہ اُس سے کچھ بات کرے یا نہ کرے اور بات بھی کیا کرے، ضروری نہیں کہ وہ اُس سے زیادہ کچھ جانتا ہو جس کے لیے اُسے ہدایات ملی ہوں گی۔

بہرحال وہ ایک جانب چل پڑے۔ اجنبی نے ٹارچ روشن کرلی تھی، ویرانہ ہی تھا لیکن راستہ خراب نہیں تھا۔ وہ ایسے کھیتوں کے درمیان سے گزر رہے تھے جن کی روئیدگی ابھی ابتدائی مراحل میں تھی۔

سفر کا یہ حصہ زیادہ طویل نہیں ثابت ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک فارم ہاؤز میں داخل ہوئے جس کے کمروں میں بڑے بڑے کیروسین لیمپ روشن تھے اور کچن میں تلی جانے والی کی مچھلی کی خوش گوار بو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ پاؤلین کو یہ بو خوش گوار ہی محسوس ہوئی تھی کیونکہ اُس نے ابھی تک رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ سی بریز میں مچھلی کا ایک آدھ ہی پیس لیا تھا، اور شاید دو کپ کافی کے پیے تھے۔ بہرحال یہ تین گھنٹے پہلے کی بات تھی۔

کھانا وہ اپارٹمنٹ ہی میں کھاتی تھی۔ لیکن اس کی نوبت ہی کب آنے پائی تھی۔

اجنبی نے ایک کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا لیکن جیسے ہی وہ اندر پہنچی اُسے ایسا لگا جیسے اُس کا پورا جسم جھنجھنا اُٹھا ہو۔ کیونکہ سامنے ہی میجر فہیم کا گمشدہ ملازم ایک اسٹول پر بیٹھا ہوا نظر آیا تھا۔ اُنہیں دیکھ کر وہ اُٹھ گیا اور پاؤلین تیزی سے اجنبی کی طرف مڑی۔

"کھیل ختم ہو چکا ہے۔" اجنبی مسکرا کے بولا۔

"کک... کیا مطلب...؟"

"اس محفوظ مقام پر تم اس آدمی کو دیکھ کر کیا محسوس کر رہی ہو۔"

"مم... میں کیا جانوں... پتا نہیں، تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔"

"اُدھر بھی دیکھو۔" اُس نے بائیں جانب اشارہ کیا۔ پاؤلین بوکھلا کر اُدھر متوجہ ہوگئی۔ ایک گوشے میں ایک آدمی کھڑا دکھائی دیا جس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔

"یہ سب کیا ہے؟" وہ بدحواس ہو کر بولی۔

"میں کچھ نہیں جانتا!" اجنبی نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ، جس نے تمہیں یہاں بلایا ہے وہی بتائے گا۔"

"کیا میرے ساتھ کوئی غیر قانونی حرکت ہوئی ہے؟" پاؤلین نے کسی قدر دلیر بننے کی کوشش کی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے ساتھ دھوکا ہوتا ہے۔ اُسے وہاں بٹھا کر اجنبی باہر چلا گیا اور وہ میجر فہیم کے ملازم سردار سے نظریں چراتی رہی۔

سردار پھر بیٹھ گیا تھا اور اسے قہر آلود نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر ایک بھوتنی سا دیسی آدمی اُس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اُس نے مقامی زبان میں میجر فہیم کے ملازم سے کچھ پوچھا تھا جس کا جواب اُس نے اثبات میں سر ہلا کر دیا تھا۔

"تو وہ تم تھیں۔" اُس نے پاؤلین کی طرف مڑ کر پوچھا۔ سوال جرمن ہی میں کیا گیا تھا۔

"پتا نہیں، تم لوگ کون ہو اور کیا کر رہے ہو؟" پاؤلین نے کانپتی ہوئی سی آواز میں کہا۔

"اگر تم نے عقلمندی کا ثبوت دیا تو ہم لوگ اتنے بُرے بھی نہیں ثابت ہوں گے۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"باؤل دے سوف کی واپسی۔"

"یہ کیا چیز ہے؟"

"وہی پینٹنگ جس کے لیے میجر فہیم کا قتل ہوا تھا۔"

"میں کسی میجر فہیم کو نہیں جانتی۔"

"کیا تمہارا نام یاڈلین بریڈ سمتھ ہے؟"

"ہے کیوں نہیں۔"

"کیا یہ میجر نعیم کا وہ ملازم نہیں ہے، جو تمہارے سلسلے میں کارزد ہوا تھا؟"

"یہ بات سرے ہی سے میری سمجھ میں نہیں آرہی۔"

"ہو سکتا ہے تھوڑی سی اذیت تمہیں سب کچھ یاد دلا دینے میں ممد و معاون ثابت ہو۔۔۔"

"اس طرح میرا اغوا ایک غیر قانونی حرکت ہے۔"

"قانون سے کھیلنا ہی ہمارا پیشہ ہے۔ میجر نعیم کے ملازم کے اغوا پر تو آئی ایس آئی والوں کو بھی چکر آرہے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"یہ غیر قانونی طور پر یہاں پایا جاتا ہے ورنہ آئی ایس آئی والوں نے اُس وقت اس کی طرف توجہ دی جب یہ ہمارے قابو میں آگیا۔ ہم تو تمہاری بجٹ کی ہیں بے کریننگ کے بارے میں کچھ بات بتا دو۔۔۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔"

"اور میجر نعیم کے اس ملازم کو بھی نہیں پہچانتیں۔"

"نہیں۔" وہ سخت لہجے میں بولی۔

"تب تو پھر میک ہاورڈ کا گریبان تھامنا پڑے گا۔" نووارد نے پرتشویش لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"مطلب یہ کہ تم اپنی حکومت کو ڈبل کراس کر رہی ہو۔ میک ہاورڈ کا تعلق مشرقی جرمنی سے ہے۔ جب کہ تم مغربی جرمنی کے سفارت خانے میں کام کرتی ہو۔"

"میں کسی میک ہاورڈ کو نہیں جانتی۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ تمہیں اس ملازم سمیت آئی ایس آئی کے حوالے کر دیا جائے؟"

"نن... نہیں۔۔۔"

"تو پھر سچی بات بتا دو ورنہ وہ لوگ تمہارا تعلق میک ہاورڈ سے ثابت کر دیں گے۔ تم بہت دنوں سے آئی ایس والوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہو۔ میجر نعیم کے ذریعے نہ جانے کتنے راز حاصل کر چکی ہو۔"

وہ ٹھٹک کر رہ گئی۔ پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں۔ حلق خشک ہوا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"تم لوگ کون ہو؟"

"سیدھے سادھے لفظوں میں بلیک میلرز۔"

"تو تمہارا تعلق کسی سرکاری ایجنسی سے نہیں ہے؟"

"اگر ہوتا تو تمہارے یا اس ملازم کے اغوا کی کیا ضرورت تھی۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ اب ٹھنڈے دل سے اس مسئلے پر غور کرنا چاہتی تھی۔

"مجھے کچھ پینے کے لیے دو۔۔۔!"

"چائے، کافی، ٹھنڈا پانی یا لیکر۔۔؟"

"لیکر۔۔۔"

نووارد نے ایک سائیڈ بورڈ سے ڈرائی جن کی بوتل اور گلاس نکالا۔۔۔

"یہاں اس وقت برف کی فراہمی مشکل ہے۔ پانی ملاؤ گی یا نیٹ ہی چلے گی۔"

"نیٹ!" وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

دو تین گھونٹ لینے کے بعد اعصاب کی کشیدگی میں کسی قدر کمی ہوئی تھی۔ اور وہ سوچنے لگی تھی کہ اب اس کا رویہ کیا ہونا چاہیے۔

"تو تم بلیک میلر ہو۔" وہ گلاس خالی کر کے بولی۔

نووارد نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"اور تم بلیک میل کرنا چاہتے ہو۔ لیکن کس سلسلے میں؟"

"پیشتر ہمارے قبضے میں ہو لینا چاہیے ورنہ تم خصوصیت سے بہت زیادہ

خسارے میں رہو گی۔"

"پینٹنگ میرے قبضے میں نہیں ہے۔ میں نے تو اُسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔"

"اور شاید میجر فہیم پر گولی بھی نہیں چلائی تھی۔"

"یہ حقیقت ہے۔ میرا کام صرف اتنا تھا کہ ہیک ہاورڈ کو میجر کی قیام گاہ تک پہنچ

"تو تمہیں پہلے سے علم تھا کہ پینٹنگ میجر فہیم کے پاس ہے۔"

"قتل سے ایک رات قبل اُس نے مجھے بتایا تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ دوسرے دن وہ اسے اپنی قیام گاہ میں لے آئے گا۔ اور میری مدد سے اس کا معمہ حل کرنے کی کوشش کرے گا..."

"محض اس لیے کہ تم جرمن تھیں؟"

"یہی بات ہے۔"

"اور تم نے ہیک ہاورڈ کو اس سے آگاہ کر دیا۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر میز پر رکھی ہوئی بوتل کی طرف دیکھنے لگی اور نووارد نے گلاس کو دوبارہ لبریز کر دیا۔

"تم اس پینٹنگ کو کیوں حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"انٹرنیشنل مارکیٹ کے لیے۔"

"اگر میں تمہیں کوئی بہت بڑی رقم ادا کر دوں تو..."

"یہ بھی ممکن ہے لیکن ہمیں یہ کس طرح معلوم ہو گا کہ قیمت مناسب ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ تم لوگ بہت زیادہ تیز ہو، لیکن مغربی ممالک کے لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

"کیا مطلب؟"

"اگر پینٹنگ تمہارے قبضے میں آئی تو کوئی اور تمہاری گردن کاٹ دے گا۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ جو کچھ تم سے مل جائے اُسی پر قناعت کرو۔"

"عقلمندی کی بات ہے۔" نووارد سر ہلا کر بولا۔

"بس تو پھر مجھے جانے دو، میں تمہارے معاملات ہیک ہاورڈ سے طے کرا دوں گی۔"

"میں اتنا عقلمند بھی نہیں ہوں کہ تمہیں جانے دوں۔"

"تو پھر بات کیسے بنے گی؟"

"اس طرح کہ تم مجھے ہیک ہاورڈ کا پتا بتاؤ گی۔"

وہ ہنس پڑی۔ انداز ایسا ہی تھا۔ جیسے نووارد کو پرلے درجے کا احمق سمجھتی ہو۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"ہیک ہاورڈ اتنا احمق نہیں ہے کہ کسی کو اپنا پتا بتانے لگا۔ اُسے جب بھی ضرورت ہوتی ہے خود ہی مجھ سے ملتا ہے۔"

"پھر تم نے اس تک میجر فہیم کی بات کیسے پہنچائی تھی؟"

"اُسے علم تھا کہ آئی ایس آئی کے ایک آفیسر سے میرے تعلقات ہیں، لہٰذا اس نے خود ہی مجھ سے رابطہ قائم کر کے پینٹنگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کو کہا تھا پھر دوسرے دن دوبارہ ملا تھا اور میں نے اُسے آگاہ کر دیا تھا کہ میجر فہیم اس پینٹنگ کو گھر لائے گا۔"

"اور اب ضروری نہیں کہ وہ پھر مستقبل قریب میں تم سے دوبارہ ملے۔"

"یہ بھی ممکن ہے!"

"اچھا اگر میں تمہیں جانے دوں تو تم کس طرح اُس سے رابطہ قائم کرو گی؟"

"بس منتظر رہوں گی کہ وہ پھر کب مجھ سے ملتا ہے۔"

"اور اس دوران میں وہ پینٹنگ ملک سے باہر چلی جائے گی۔" نووارد بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"اس کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"خیر خاک ڈالو پینٹنگ پر۔ یہ بتاؤ کہ تم اتنی خوبصورت کیوں ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"خوبصورتی کا مطلب بتانا بیحد دشوار ہے۔ ویسے پینٹنگ نہ سہی تم ہی سہی!"

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہہ رہے ہو؟"

”اب تم جہاں سے بھی ساتھ رہو گی۔“

”یہ تو بالکل فضول سی بات ہے۔ میری گمشدگی پر سفارت خانہ خاموش نہیں بیٹھے گا۔ پولیس حرکت میں آجائے گی۔“

”پولیس ہر وقت حرکت میں رہتی ہے کیونکہ حرکت ہی میں برکت ہے۔“

”کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی۔“

”ضرورت بھی کیا ہے سمجھنے کی۔ اتنا ہی کافی ہے کہ تم مجھے اچھی لگی ہو۔“

وہ کچھ دیر تحسین آمیز نظروں سے اُسے گھورتی رہی۔ پھر ڈرائی جن کے دو گلاسوں نے اس کے اعصاب کو سہارا دے دیا تھا۔

نووارد نے کہا: ”تمہیں مشرقِ وسطیٰ کے کسی شیخ کے ہاتھ فروخت کرکے خاصی کمائی ک

”تم ایسا ہرگز نہیں کرسکتے۔“ وہ کھڑی ہوکر روتے ہوئے چیخی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں نووارد کا ہاتھ اس کے بائیں شانے پر پڑا اور وہ چکرا کر دھم سے فرش پر آرہی اور اس کا ذ تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

صفدر نے رات ہی کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ عمران کو دینی چاہی تھی لیکن وہ اُن ٹیلیفون نمبروں میں سے کسی پر بھی اُسے نہیں ملا تھا جو اس کی نوٹ بک میں درج تھے۔

دوسری صبح کو پھر کوشش کی اور بالآخر سائیکو مینشن ہی میں اس سے رابطہ قائم ہوگیا۔

”فوراً یہیں چلے آؤ۔“ دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ ”میں بڑی دشواری میں پڑ گیا ہوں۔ سیدھے میرے کمرے میں آجانا۔“

عمران کی زبان سے لفظ ”دشواری“ سن کر اُسے حیرت ہوئی تھی اور وہ بھاگم بھاگ سائیکو مینشن پہنچا تھا۔

عمران کے کمرے کے بند دروازے پر اس نے ہلکی سی دستک دی۔

”جاؤ۔“ اندر سے آواز آئی اور صفدر نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا ہی تھا کہ ایسا محسوس ہوا جیسے آٹھویں منزل سے پھسل کر سڑک پر آگرا ہو۔

پاؤلین عمران کے سامنے بیٹھی اسے قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہی تھی۔

”بہت اچھا ہوا تم آگئے۔۔۔ اب تم ہی سمجھاؤ۔“ عمران نے التجائیہ انداز میں کہا۔

”مگر۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔؟“ صفدر ہکلا کر رہ گیا۔ پاؤلین اب اُس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ آنکھوں کی قہرناکی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

”یہ دردِ دل کا مطلب نہیں سمجھتی۔۔۔“ عمران بولا۔ ”اس کے ملک میں ہوتا ہی نہ ہوگا۔“

”یہ مولوی صفدر سعید ہیں۔“ عمران نے انگریزی میں تعارف کرایا۔

”تم سب جہنم میں جاؤ۔“ وہ دہاڑی۔

”مجھے پہلے ہی سے شبہ تھا اسی لیے سڑک کے بجائے [illegible] استعمال کیا تھا۔“ عمران نے اردو میں صفدر کو مخاطب کیا۔

”آخر بات کیا ہے؟“ صفدر نے پوچھا۔

”پچھلی رات مجھے ایک جگہ سڑک کے کنارے بے ہوش پڑی ملی تھیں، یہاں اٹھا لایا۔ اس کا بدلہ یہ دیا کہ مجھ پر بلیک میلنگ کا الزام لگا رہی ہیں۔“

”تم اسی بلیک میلر کے ساتھی معلوم ہوتے ہو۔ جھوٹ مت بولو۔“ وہ بدستور قہر آلود لہجے میں بولی۔

”کسی طرح یقین ہی نہیں آتا کہ ہم لانڈری و ڈرائی کلیننگ کا کام کرتے ہیں۔“

”اگر یہ سچ ہے تو مجھے جانے دو۔ زبردستی یہاں کیوں روک رکھا ہے؟“

”پتا نہیں سڑک پہ کیا کرتی پھرو۔“ عمران بولا۔

”بکواس مت کرو۔ میں بالکل صحیح الدماغ ہوں۔“

”اچھا بتاؤ کتنی انگلیاں ہیں۔“ عمران اپنی تین انگلیاں دکھا کر بولا۔

”میں تمہارے سر پر کرسی دے ماروں گی۔“ وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"دیکھو۔ اب خود ہی دیکھو۔" عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر بے بسی سے کہا۔

صفدر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کہنا چاہیے۔ پتا نہیں کس طرح عمران کے ہاتھ لگ گئی تھی اور اب وہ کیا کر رہا تھا۔

"میں تم لوگوں کے خلاف حبس بیجا کا مقدمہ قائم کر دوں گی۔" وہ عمران کو گھور کر بو

"تم جہنم میں چلی جاؤ۔ میری بلا سے۔"

"پتا نہیں کن پاگلوں کے متھے چڑھ گئی ہوں۔"

"تم سڑک کے کنارے کیوں بے ہوش پڑی ہوئی تھیں؟"

"میری مرضی۔"

"لہٰذا میری مرضی ہے کہ اب کچھ دن یہاں بھی قیام کرو۔"

"میں ایک سفارت خانے سے تعلق رکھتی ہوں تم سب گرفتار کر لیے جاؤ گے"

"یہ اسی صورت میں ممکن ہو گا جب تم یہاں سے نکل پاؤ گی۔"

"آخر تم مجھے یہاں کیوں روکنا چاہتے ہو؟"

"تم سے دوستی کروں گا، اچھی لگتی ہو۔"

اس کے منہ سے مغلظات کا طوفان اُمنڈ پڑا۔ اور عمران بے بسی سے صفدر کی طرف د

ا۔ صفدر کو ہنسی آ گئی۔

"شکریہ! لیکن آپ اُس کا کیا کریں گے؟"

"تمہیں جیلی پسند ہے یا جام۔"

"اپنی بات کہیے۔"

"مسٹر کی دال گلیانی ...!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

صفدر اُسے اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔

"پچھلی شام میں نے ہی ریسٹوران سے آپ کو فون کیا تھا۔" اُس نے کہا۔

"مجھے یاد ہے۔"

"وہ وہاں میز پر تنہا تھی۔ تھوڑی دیر بعد دو مرد اور ایک عورت اس کے شریک ہو گئے یک عورت اور ایک مرد چلے گئے۔ دوسرا مرد وہیں بیٹھا رہا۔ وہاں وہ لوگ کے درمیان [illegible] کے گٹ، ملازم سے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔ گفتگو سے اندازہ ہوتا تھا کہ مرد سے قتل کرا دینے کے لیے تلاش کر رہا ہے۔ بس پھر میں نے اُن لوگوں کا تعاقب ترک کر کے اس تعاقب شروع کر دیا۔"

"بہت اچھے جا رہے ہو۔"

"وہ وہاں سے انٹرکونٹی نینٹل کے کمرہ نمبر ایک سو گیارہ میں گیا تھا۔ وہاں سے نکلا تو یک آدمی اور اس کے ساتھ تھا اور اب [illegible] دوسرے آدمی کی ناک

پھر انسپکٹر گرانٹ بھی وہیں آ گیا تھا۔ وہ کمرہ نمبر ایک سو گیارہ میں مقیم ہے۔"

"اور تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو؟"

"مگر نہ بیٹھتا تو اس کے بعد سے اس پر نظر رکھنا عقلمندی نہ ہوتی۔ لہٰذا نعمانی اس کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔"

"اچھا تو سنو۔ اب اس کی نگرانی اس طرح ہونی چاہیے کہ اسے نگرانی کا شبہ ہو جائے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں اس پر نگرانی کا رد عمل دیکھنا چاہتا ہوں۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اس کا بہترین طریقہ یہ ہوگا کہ تم اپنی فوجی وردی نکالو اور اسے پہن کر اس کی نگرانی کرو۔ یعنی اس کے کمرے کے سامنے اپنی وردی پہن کر اس طرح جم جاؤ جیسے تمہیں خصوصیت سے پہ متعین کیا گیا ہو۔"

"کیا وہ کوئی بہت اہم آدمی ہے؟"

"اہم ترین۔ اس وقت پیکنگ اسی کے قبضے میں ہے اور میجر ضمیر کا قاتل بھی وہی ہے۔"

"ارے۔ تب تو ہم اس پر ہاتھ کیوں نہیں ڈالتے؟"

"اس طرح شاید پیکنگ ہاتھ نہ آسکے۔ بس تم ٹھیک ڈیڑھ گھنٹے بعد وہاں پہنچ جانا اور میں اس عرصے میں دوسرے انتظامات کروں گا۔"

"اور یہ بے چاری...!"

"اسے یہیں بند رہنے دو۔ واپس آکر پھر دیکھ لیا جائے گا۔" عمران ایک آنکھ دبا کر مسکرایا۔

اس نے روم سروس سے ٹیلیفون پر شراب طلب کی تھی اور جب ویٹر شراب لانے کے آرڈر کی تعمیل کے لیے دروازہ کھولا تو اس کی نظر اس فوجی پر پڑ گئی جو راہداری میں اس کے کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔

ویٹر شراب کی ٹرے میز پر رکھ کر چلا گیا۔ اس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ وہ کچھ دیر تک ساکت و صامت بیٹھا رہا پھر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا اور فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر قفل کے سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ فوجی صاف نظر آ رہا تھا اور اس کی نظر اس کے کمرے کے دروازے پر ہی تھی۔

طویل سانس لے کر وہ اٹھ گیا... کم از کم اس کے لیے بڑی عجیب بات تھی۔ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی اس تک بھی پہنچ سکے گا۔ لیکن یہ لوگ بالکل گھامڑ ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس نے سوچا۔ نگرانی ہی کرنی تھی تو سادہ لباس والوں کو استعمال کیا ہوتا۔ یہاں کی ایجنسی شاید اکا دکا لوگوں پر مشتمل معلوم ہوتی ہے۔

بہر حال اب اسے کچھ کرنا چاہیے۔ تھوڑی دیر تک شراب اور سگار سے شغل کرتا رہا۔ اس کے بعد پھر قفل کے سوراخ سے راہداری میں جھانکنے لگا۔ فوجی اب بھی اسی طرح کھڑا نظر آیا۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس کے گرد جال پھیلا دیا گیا ہے۔ خیر دیکھا جائے گا۔

اس نے ہوٹل کے ٹیلیفون ایکسچینج سے ڈائرکٹ وائر مانگی اور پھر کسی کے نمبر ڈائیل کر کے ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ٹام فیلڈ بول رہا ہے۔ دیکھو فوراً ہوٹل پہنچو۔ میری نگرانی شروع ہو گئی ہے۔ دیکھو کوئی اس کی نگرانی تو نہیں کر رہا۔ ہوٹل کے قریب کسی فون بوتھ سے میرے کمرے میں رابطہ قائم کرنا۔"

دوسری طرف سے جواب سن کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔

تقریباً دس بارہ منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "شیڈ نمبر ستائیس کے آس پاس کوئی ایسا نظر نہیں آیا جس پر نگرانی کرنے کا شبہ کیا جاسکے۔"

"راہداری میں میرے کمرے کے دروازے کے سامنے ایک فوجی کھڑا ہوا ہے۔ لیکن ٹھہرو... میں پھر دیکھ لوں۔"

ریسیور میز پر رکھ کر دروازے کے قریب آیا اور قفل کے سوراخ سے جھانکنے لگا۔ لیکن فوجی نہ دکھائی دیا۔ آنکھ کو دروازے میں ذرا سا ترچھا کیا اور کچھ دیر تک ادھر ادھر نظر دوڑائی لیکن فوجی کا کہیں پتا نہ تھا۔ پھر دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ راہداری ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنسان پڑی تھی۔

طویل سانس لے کر اندر واپس آیا اور ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا کمرے میں آ جاؤ لیکن ایک جونیئر افسر اور کلین شیون فوجی کو دھیان میں رکھنا۔ اگر کہیں نظر آ جائے تو پھر کمرے میں آنے کی بجائے واپس جا کر مجھے فون پر اطلاع دینا۔"

"اور دوسری صورت میں؟" پوچھا گیا۔

"سیدھے کمرے ہی میں چلے آنا۔"

قریباً دس منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اُس نے اونچی آواز میں اندر آنے کی اجازت دی اور ایک سفید فام آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا قصہ ہے جناب!" اُس نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ میجر ضمیر کا ملازم ان کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ پاؤلین کہاں ہے؟"

"اپنے آفس ہی میں ہو گی اس وقت۔" نووارد نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے

"اُسے رنگ کرو۔" اُس نے فون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

نووارد نے ایکسچینج سے لائن مانگ کر نمبر ڈائیل کیے۔ کسی کو مخاطب کیا اور کچھ سنتا رہا۔ پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر اُس سے بولا "نہیں، وہ ابھی تک آفس نہیں پہنچی اس اطلاع دی ہے کہ دیر سے پہنچے گی۔ اس کے سلسلے میں یہ پہلی انوکھی بات ہے۔"

"ہوں!" اس نے طویل سانس لی، کچھ سوچتا رہا، پھر بولا "اُس کے اپارٹمنٹ میں بھی دیکھو۔"

نووارد نے پھر ریسیور اٹھایا۔ کئی بار نمبر ڈائیل کیے لیکن جواب نہ ملا۔

"نہیں جناب۔" نووارد اُس کی طرف دیکھ کر بولا۔ "وہ اپارٹمنٹ میں بھی نہیں ہے۔"

"تب تو پھر اس کا امکان ہے کہ وہ بھی ان کے ہاتھ لگ گئی ہو۔"

"میجر ضمیر کا ملازم صرف اُس کا صورت آشنا تھا۔ اُس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔"

"تو نہیں۔ اُس کا حلیہ تو بتا ہی سکتا ہو گا۔"

نووارد کچھ نہ بولا۔

تھوڑی دیر تک کمرے کی فضا پر بوجھل سی خاموشی طاری رہی۔ پھر اُس نے کہا۔

"میرا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا، لیکن ٹھہرو۔"

وہ بات ادھوری چھوڑ کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نئے خیال نے اُس کی زبان روک دی ہو۔

"کیا پاؤلین کو علم ہے کہ میں یہاں مقیم ہوں؟" اس نے اچانک نووارد سے سوال کیا

"نہیں وہ نہیں جانتی۔"

"تب پھر یہاں اُس فوجی کی موجودگی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟"

"مجھے تو کہیں کوئی فوجی نہیں دکھائی دیا۔" نووارد بولا۔

"ٹھہرو!" اُس نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ قفل کے سوراخ سے پھر جھانکا سامنے وہی فوجی کھڑا دکھائی دیا۔ پلٹ کر نووارد کو اشارے سے قریب بلایا اور سرگوشی کی "دیکھو!"

وہ پیچھے ہٹ آیا اور نووارد راہداری میں جھانکنے لگا۔

اور پھر اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ وہ اُس کی طرف مڑ کر احمقانہ انداز میں سر ہلانے لگا۔

"ادھر آؤ!" اُس نے نووارد کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور بیڈ روم میں پہنچ کر ایک سوٹ کیس کی طرف اشارہ کر کے بولا "یہ تمہاری ذمے داری ہے۔ میں یہاں سے نکل رہا ہوں۔ وہ فوجی میرا تعاقب کرے گا اور تمہیں بھی یہاں سے نکل جانے کا موقع مل جائے گا۔ یہ سوٹ کیس بحفاظت اپنے ٹھکانے تک لے جانا اور پھر وہیں میرے منتظر رہنا۔ جب تک میں نہ پہنچوں باہر مت نکلنا۔"

"بہت بہتر جناب!"

اُس نے کوٹ پہنا اور کمرے سے نکلا چلا گیا۔ فوجی کی طرف سے عدم توجہی کا ملنا ایسے موقع پر لازمی تھا۔

وہ آگے بڑھتا چلا گیا اور جب راہداری کے سرے پر مڑنے لگا تو اُچٹتی سی نظر زینے پہ ڈالی لیکن وہ تو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا۔

لفٹ کی طرف اسی لیے نہیں گیا تھا کہ زینوں کی جانب مڑتے وقت فوجی کا رویہ دیکھ سکے۔

کیا وہ اس کے پیچھے نہیں آئے گا۔ احمق کہیں کا۔ اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ تیزی سے زینے طے کرتا ہوا نیچے اُترنے لگا۔ گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر اُس نے رُکی امید سے پہلے گرد و پیش کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ گیا۔

شیڈ مزرستانیں سے اپنی گاڑی نکالی اور تعاقب کے خدشے سمیت ایک جانب روانہ ہو گیا۔ ایسی سڑکوں پر جہاں ٹریفک کی زیادتی تھی۔ تعاقب کا اندازہ لگانا محال تھا۔ اسی لیے فرار کی راہ متعین کرنے سے قبل اس نے گاڑی کو ایسے راستوں پر ڈالنے کی کوشش کی جہاں وہ شبہے کو یقین میں بدل سکتا اور پھر تھوڑی دیر بعد اُسے اپنی لاعلمی پر ہنسی آنے لگی۔ کیونکہ اُسے اپنے تعاقب میں کوئی گاڑی نہیں دکھائی دی تھی۔ وہ پھر گاڑی کو شاہراہ پر نکال لایا اور اپنے اُس ساتھی کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہو گیا جسے سوٹ کیس سمیت ہوٹل کے کمرے میں چھوڑ آیا تھا۔ اُس کے اندازے کے مطابق اب تک وہ اپنی قیام گاہ پر پہنچ چکا ہو گا۔ یہ اندازہ بھی غلط نہیں نکلا تھا لیکن ساتھی کے سر پر پٹی بندھی نظر آئی۔ "یہ کیا ہوا؟" اُس نے بے ساختہ کہا۔

"مجھے بیحد افسوس ہے!" ساتھی نے کراہ کر کہا۔

"کس بات پر افسوس ظاہر کر رہے ہو؟"

"سوٹ کیس۔ مجھ سے چھین لیا گیا۔"

"اوہ... پرواہ مت کرو۔" وہ جلدی سے بولا۔ "لیکن یہ ہوا کیسے؟"

"آپ کے جانے کے بعد وہ فوجی دو تین منٹ تک وہیں رُکا رہا تھا۔ پھر میں نے

قفل کے سوراخ سے دیکھا کہ وہ بھی وہاں سے ہٹ گیا ہے۔ اس کے بعد میں کمرے سے نکلا اور تیزی سے سنسان راہداری طے کرنے لگا۔ یقین کیجیے میں بے خبری میں مارا گیا تھا۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اچانک کسی کمرے سے برآمد ہو کر میرا سر دیوار سے ٹکرا دے گا۔ میں اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ بے ہوش ہو گیا اور دوبارہ ہوش آنے پر معلوم ہوا کہ وہ اپنا کام کر گیا ہے۔ یعنی سوٹ کیس میرے قبضے سے نکل چکا تھا اور ہوٹل کے چند ملازمین میرے لیے فرسٹ ایڈ کی تیاریاں کر رہے تھے۔"

"کیا تمہارا گیراج مقفل ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں..." ساتھی نے جواب دیا۔

"اپنی گاڑی کی کنجی مجھے دو۔ میں اُسے کمپاؤنڈ میں نکال کر اپنی گاڑی گیراج میں کھڑی کر دوں گا۔"

ساتھی نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا لیکن کچھ پوچھا نہیں تھا۔ کنجی نکال کر اس کے حوالے کی۔

"تم بے فکر رہو۔" اُس نے ساتھی سے کہا۔ "سوٹ کیس میں وہ چیز نہیں تھی جس کی انہیں تلاش ہے۔ وہ تو میں نے انہیں چکر دینے کی کوشش کی تھی۔ وہ چیز میری گاڑی کے ڈکے میں محفوظ ہے۔"

"اوہ..." ساتھی بے اختیار مسکرا پڑا۔ پھر مسکینی صورت بنا کر اپنے سر کی چوٹ پہ ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔

وہ کمپاؤنڈ میں آیا۔ گیراج سے ساتھی کی گاڑی نکالی اور اپنی گاڑی گیراج میں کھڑی کر کے ڈکے کھولنے کے لیے جھکا ہی تھا کہ کوئی سخت سی چیز کمر سے آلگی۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" ساتھ ہی تحکمانہ لہجے میں کہا گیا۔ اس بار آواز کچھ جانی پہچانی سی لگی تھی۔ کسی کے ہاتھ سے کسی چوٹ پڑی اور وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"دونوں ہاتھ سر پہ رکھو۔" پھر کہا گیا۔

اُس نے خاموشی سے تعمیل کی اور کمر پہ پڑنے والے دباؤ کے زیر اثر سرکتا ہوا دالان سے جا لگا۔

"کیپٹن اس کی جامہ تلاشی لو۔" اُس نے پھر وہی جانی پہچانی سی آواز سنی اور کسی نے اُسے

نیچے سے اوپر تک ٹٹول کر رکھ دیا۔ لفٹ ہولسٹر میں ریوالور موجود تھا جس کو قبضے میں کر لینے کے بعد اس نے شیشے پکڑ کر تیزی سے مخالف سمت میں گھما دیا گیا۔ وہ سامنے کھڑے ہوئے آدمی نے اُسے آنکھ مار کر کہا۔

"کہو کیسی رہی دوست، کل رات تم نے میری دعوت میں رخنہ ڈال کر ساری رات جاگتے رہنے پر مجبور کیا تھا۔"

"میں نہیں جانتا تم کون ہو اور کیا کہہ رہے ہو۔" عمران نے کہا۔

"قصہ ختم کیجئے مسٹر عمران۔" بائیں جانب والے فوجی نے کہا۔ "یہ طالب میک باور ہے"

"اور بڑی خوب صورت اُردو بول سکتا ہے۔" عمران بولا۔ "اور اس رات ڈاڑھی میں خود بھی بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔" اس نے سخت غصے میں کہا۔ "کس قانون کے تحت تم لوگ میرے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہو۔ میں یونان کا ایک معزز تاجر ہوں۔ تمہاری حکومت کی دعوت پر یہاں آیا ہوں۔"

"تھا" یا "ہاں لگنے کے بعد بھی معزز ہی رہو گے۔" عمران نے کہا اور باہر کھڑے ہوئے فوجیوں میں سے ایک کو اندر آنے کا اشارہ کیا اور اس نے کیپٹن برلاس کے حکم سے میک باور کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔

"یہ تو رہا میک باور۔" عمران مسکرا کر بولا۔ "اور پولیس بھی کچھ دیر بعد تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی کیسٹ ریکارڈر بھی ہوگا۔ جس میں تمہیں یاد ہے یہ کیسٹ ہوئی سنائی دے گی کہ میک باور ہی نے تو سعد سے میجر فہیم کے بنگلے میں حل ہوا تھا اور اسی نے میجر فہیم کو قتل بھی کیا تھا۔"

"لیکن پینٹنگ کہاں ہے؟" کیپٹن برلاس نے سوال کیا۔

"کیوں مسٹر کہاں ہے پینٹنگ؟" عمران نے میک باور سے پوچھا۔

"کیسی پینٹنگ، میں کچھ نہیں جانتا اور تم لوگوں کو اس کے لیے پچھتانا پڑے گا۔"

"ذرا اس کار کی ڈکی تو کھلواؤ۔" عمران نے پیروں کے قریب پڑی ہوئی کنجیوں کے گچھے کو ٹھوکر مار کر کہا۔

"چلو پھر تلاشی لے لو۔" میک باور نے حلق پھاڑ کر دھاڑا۔ اگر وہ ریوالور اس کی جانب سے اُٹھے ہوئے نہ ہوتے تو شاید غصے میں ہتھکڑیاں پہنی ہونے کے باوجود بھی شاید ان پر ٹوٹ پڑتا۔ ایک فوجی نے کنجی اُٹھا کر ڈکی کھول دی۔

ڈکی میں ایک بڑا سا پارسل رکھا ہوا نظر آیا۔ غالباً پینٹنگ کو بڑی احتیاط سے ورق پیٹ کر دفتی میں رکھا گیا تھا۔

"کیا خیال ہے؟" عمران میک باور کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

لیکن میک باور کچھ نہ بولا۔ وہ دیوار سے لگا کھڑا اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے عنقریب کچھ جواب دینے والا ہو۔ تصویر کی پیکنگ کھول ڈالی گئی لیکن اس پر نظر پڑتے ہی میک باور بھی حیرت سے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا کیونکہ فریم میں تصویر کی بجائے صرف سیاہ رنگ کا کینوس نظر آ رہا تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" عمران نے میک باور سے پوچھا۔

"میں نے؟" وہ چونک کر بولا۔ "مم... میں نہیں جانتا کہ ایسا کیونکر ہوا۔"

"بکواس مت کرو۔" عمران گرج کر بولا۔ "اس سے پہلے میں تم نے پہلے بھی دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ وہ پینٹنگ یاد کرو جو تمہارا ساتھی چوڑیل والے کمرے سے نکال کر لے گیا تھا۔"

اچانک میک باور نے قہقہہ لگایا اور زور سے ہنس کر بولا۔ "آخر تم لوگ میرے خلاف کیا ثابت کرنا چاہتے ہو۔ کیا ایک ایسا فریم جس میں سیاہ رنگ کا کینوس لگا ہوا ہے اپنی گاڑی کی ڈکی میں رکھنا جرم ہے۔"

"قطعی نہیں... کیونکہ ہم بہت جلد معلوم کر لیں گے کہ اس سیاہ رنگ کے نیچے کیا ہے۔"

میک باور نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

عمران کی آنکھوں میں فکرمندی کے آثار تھے۔

سر سلطان فون پر آئی ایس آئی کے ڈائرکٹر جنرل سے اُلجھ پڑے تھے۔ دوسری طرف سے بھی ناخوشگوار سے لہجے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آخر سر سلطان نے کہا۔ "وہ پینٹنگ میرے محکمے کے کسی آدمی کی تحویل سے غائب نہیں ہوئی تھی۔ اس کے باوجود بھی میرے آدمی نے اس کی بازیابی کے سلسلے میں تمہارے محکمے کی مدد کی۔ ہیجر ٹیم کے قاتلوں کو پکڑ کر تمہارے حوالے کر دیا اب اور کیا کیا جائے۔"

"لیکن پینٹنگ کہاں گئی۔؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ شاید عمران بھی نہ بتا سکے۔"

"پہلے خیال تھا کہ تصویر پر سیاہ رنگ پھیر دیا گیا ہے لیکن ماہر کی رائے ہے کہ اس کینوس پر سرے سے کبھی کوئی تصویر ہی نہیں بنائی گئی۔ صرف سیاہ رنگ پھیر گیا ہے۔"

"جس کے قبضے سے وہ فریم برآمد ہوا ہے اس سے پوچھو۔"

"وہ کہتا ہے کہ اس نے گاڑی کے ڈکے میں پینٹنگ ہی رکھی تھی۔ اور اس کا خیال ہے کہ عمران نے پہلے ہی تصویر غائب کر کے دوسرا فریم ڈکے میں رکھ دیا ہوگا کیونکہ اس کی گاڑی اسٹرگن کے شیڈ نمبر تین ہی میں کھڑی رہتی تھی۔"

"عمران کیوں غائب کرنے لگا۔؟"

"ملزم کا خیال ہے کہ عمران اُس سے لاکھوں ڈالر کما سکتا ہے۔"

"بکواس کھلی ہوئی بکواس۔ اگر عمران ایسا کر سکتا ہے تو میں بھی کر سکتا ہوں اور تم بھی کر سکتے ہو۔"

"بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا ہو۔؟"

"یہ خوش فہمی نہیں حقیقت ہے۔"

"ملزم کا خیال ہے کہ جب تک عمران کا ٹکراؤ اس سے نہیں ہوا تھا اُسے پینٹنگ کی

قدر و قیمت کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ وہ اُسے شیرازی کی جھک سمجھتا رہا تھا۔"

"اور میک ہاورس نے اُسے پینٹنگ کی قدر و قیمت سے آگاہ کر دیا تھا۔" سر سلطان نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ یہی کہتا ہے۔"

"جھک مارتا ہے لیکن اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔؟"

"پینٹنگ کی واپسی۔۔۔!"

"ایک ملزم میرے ایک آدمی کے خلاف کوئی بیان دیتا ہے اور تم اس پر یقین کر لیتے ہو۔ کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ پینٹنگ عمران ہی نے غائب کی ہے۔"

"بات نہ بڑھاؤ سلطان۔ محض تمہارے خیال سے دوستانہ انداز میں اس سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں۔ ورنہ براہ راست بھی کارروائی کر سکتا تھا۔"

"تو میں اسے دھمکی سمجھوں۔؟"

"نہیں قطعی۔ اس بات کا انداز ہی دوستانہ ہے۔"

"ویسے۔ اب کیا چاہتے ہو۔؟"

"بہت چالاک ہو۔" دوسری طرف سے ہنسنے کی آواز آئی۔ پھر ڈائرکٹر جنرل نے کہا۔ "عمران سے کہو کہ وہ فوٹوگراف ہی ہمارے حوالے کر دے۔"

"کون سے فوٹوگراف۔۔۔؟"

"اس پینٹنگ کے۔"

"مجھے ایسے کسی فوٹوگراف کا علم نہیں ہے۔"

"اس سے پوچھو۔۔۔"

"اگر وہ کسی سے اس کا اعتراف کر چکا ہے تو مجھ سے بھی جھوٹ نہیں بولے گا۔"

"وہ میک ہاورس سے اس کا اعتراف کر چکا ہے۔"

"پھر وہی میک ہاورس۔" سر سلطان جھنجھلا کر بولے۔

"تم عمران کو ٹٹولنے کی کوشش کرو۔"

"خیر میں دیکھوں گا سائی بانی!" کہہ کر سر سلطان نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اُن کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے لیکن اُنہوں نے عمران سے فون پر رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ اس کی بجائے اپنے پرسنل اسسٹنٹ کو اس کی تلاش پر مامور کیا تھا۔ لہٰذا تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ اُن کے ریٹائرنگ روم میں بیٹھا نظر آیا۔

سر سلطان اُسے ایمی اور آئی۔ ایس۔ آئی کے ڈائریکٹر جنرل کی گفتگو کے بارے میں بتا رہے تھے۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پینٹنگ جہاں بھی ہے محفوظ ہے!" عمران پُرتفکر لہجے میں بولا۔

"اگر کسی نے میک ہاورڈ کے پاس سے بھی تصویر غائب کر دی ہے تو اس کی جگہ اسی قسم کا دوسرا فریم رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔" سر سلطان نے کہا۔

"اپنی اپنی افتادِ طبع ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر میں اس پینٹنگ کو پار کرتا تو اُس کی جگہ ایک مُردہ چوہا رکھ دیتا مقصد میک ہاورڈ کو چڑھانے کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔"

"تم پھر بہکنے لگے۔"

"فی الحال یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ حرکت اُسے چڑھانے ہی کے لیے کی گئی تھی۔"

"معزول یورپی کے کسی ایجنٹ کی حرکت ہو سکتی ہے؟" سر سلطان نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"ساری دنیا کو اس پینٹنگ سے دلچسپی ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا تعلق مُشر کے کلکشن سے تھا۔"

"خیر۔ ہاں تو اب تم فوٹوگراف کی بات کرو۔"

"آپ بھی اِدھر اُدھر والوں کی باتوں میں آ گئے!"

"مجھ سے اُڑنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے جب تم نے مجھے سردار گڑھ سے کال کر کے اس پینٹنگ سے کے بارے میں بتلاتے ہوئے ایک نامعلوم آدمی کے مطالبے کا ذکر کیا تھا۔ تو میں نے تم سے پوچھا تھا کہ

اُس تصویر سے متعلق کس نتیجے پر پہنچے ہو۔ اس کا جواب تم نے یہ دیا تھا کہ نتیجے کا علم تمہیں لیبے کی لیبارٹری تک پہنچے بغیر نہیں ہو سکتا۔ آخر کس بنا پر تم نے یہ بات کہی تھی۔ در حقیقت پینٹنگ اُس وقت تمہارے قبضے میں تو نہیں تھی؟"

"آپ تو میرے والد صاحب سے بھی زیادہ خوفناک ہوتے جا رہے ہیں۔" عمران بے بسی سے بولا۔

"فوٹوگراف اپنے پاس رکھ کر کیا کرو گے؟" سر سلطان نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"اُسے فریم کرا کے رکھوں گا۔"

"فضول بات۔"

"دیکھیے صاحب! پینٹنگ کا کھوج لگائے بغیر فوٹوگرافس کو نیشنل ریکارڈ میں بھی نہیں رکھوں گا۔ میں نے صرف آپ سے اعتراف کیا ہے کہ پینٹنگ کے فوٹوگراف میرے قبضے میں ہیں۔"

"آئی۔ ایس۔ آئی بھی؟"

"اس کی فکر آپ نہ کیجیے۔" عمران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "اُن ہی کی غفلت کی بنا پر پینٹنگ بھی ہاتھ سے گئی۔"

"کیا میک ہاورڈ غلط کہتا ہے کہ تم نے اُس سے اعتراف کیا تھا۔"

"جھوٹ کہتا ہے۔ در اصل مجھ سے پینٹنگ حاصل کر لینے کے بعد ہی اُسے خیال آیا ہوگا کہ کہیں میرے پاس اُس کے فوٹوگراف تو نہیں ہیں۔"

"ہاں یہ ممکن ہے۔" سر سلطان نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر چونک کر بولے۔ "آخر یہ قصہ فارن پریس تک کیسے پہنچا تھا؟"

"اس قصے کو اب ختم ہی کر دیجیے تو بہتر ہی ہوگا۔"

"کیوں؟"

"یہ غلطی سب ایسے فرد سے سرزد ہوئی تھی جس کو پینٹنگ کی اہمیت کا علم نہیں تھا۔"

"کس کی بات کر رہے ہو؟"

"بشیرن کی سیکرٹری شیریں نے! اُس نے ایک غیر ملکی پریس کے نمائندے کو صرف یہ بتایا

تھا کہ پینٹنگ کس قسم کی تھی اور حیرت ظاہر کی تھی کہ ایک گمشدہ پینٹنگ کے لیے اتنا ہنگامہ ہو گیا۔

"ٹھیک ہے تو اس سلسلے میں اب خاموشی ہی اختیار کرنی چاہیے۔" سر سلطان سر ہلا کر بولے۔

"اب تو یہ دیکھنا ہے کہ وہ تیسری پارٹی کون ہے جس نے بیک ہادر کو بھی چوٹ دے دی۔" عمران نے کہا۔

"آخر... اُس کا کیا ہوا جس کے خلاف تم نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ وہ روزا گروپ کا آدمی بھی ہو سکتا ہے۔"

"اُس پر بھی خاک ڈالیے۔ کوئی بہت اہم آدمی نہیں ہے۔ اُس نے مجھ سے اعتراف کر لیا ہے کہ وہ شیرالسک باڈی گارڈ کی حیثیت سے دراصل روزی کے لیے کام کر رہا تھا اور مقصد اُسی پینٹنگ کی تلاش کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔"

"تو اب تم تیسری پارٹی کے لیے کیا سوچ رہے ہو؟"

"میرے خیال سے اب ہمیں تو آرام ہی کرنا چاہیے۔ تاکہ ایس ٹی ڈی والوں کی گردن ماری جائے۔"

"بیہودہ باتیں مت کرو۔"

"تو پھر بتائیے کیا ہم تیسری پارٹی کے لیے تلاش گمشدہ کا اشتہار شائع کرائیں گے۔ ہاں اگر اُس تیسری پارٹی کے سر میں بھی فزوگراف کا سودا سمایا تو مجھ سے ضرور ٹکرائے گی۔ اُسی وقت دیکھا جائے گا۔"

"یہ کوئی جاسوسی ناول نہیں تصنیف ہو رہا ہے سمجھے۔" سر سلطان آنکھیں نکال کر غصے سے

"سمجھ گیا جناب لیکن آپ یہ تو دیکھیے کہ یہ قصہ کسی جاسوسی ناول ہی کی طرح شروع ہوا تھا... ہونہہ... گرمی اور اس کا بچہ... بہرام اور اُس کی خالہ..."

"آپ فزوگراف پر کب کام شروع کریں گے...؟"

"ذرا دم لینے دیجیے جناب۔"

سر سلطان اُسے گھورتے رہے کچھ بولے نہیں۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ "میجر فہیم کو اُس پینٹنگ کے سلسلے میں کسی قسم کے نقشے کا تعلق نظر آیا تھا اسی لیے وہ اسے ذاتی تحویل میں لے گیا تھا۔"

"کیا تمہارے پیچھے بھی فزوگراف ہی ہے؟"

"ابھی اُن کی بات نہ کیجیے۔" عمران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

"کیوں؟" سر سلطان نے پھر آنکھیں نکالیں۔

"اُن کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اسپائی کیمرے سے مائیکرو فلم پر جلدی میں عکس لیے تھے اور ہماری لیبوریٹری میں فی الحال وہ اسٹف موجود نہیں ہے جس کے ذریعے اُسے بہتر انلارجمنٹ کے قابل ڈیولپ کیا جاسکے۔"

"اسٹف کہاں سے آئے گا؟"

"آجائے گا بے فکر رہیے اور اگر کوئی آپ سے میرے بارے میں کچھ پوچھے تو اُس کا کوئی صحیح جواب ہرگز نہ دیجیے۔ اسی طرح میں تیسری پارٹی پر بھی ہاتھ ڈال سکوں گا۔"

"تو میں جنرل سے کہہ دوں کہ ہمیں کسی فزوگراف کے وجود کا علم نہیں۔"

"بالکل کہہ دیجیے۔"

"اور اگر تم بُری طرح گھیرے گئے تو...؟"

"نتیجے کا میں خود ذمہ دار ہوں گا۔"

"دشواری میں پڑ جاؤ گے۔"

"بہت دنوں سے کسی خاص دشواری میں نہیں پڑا ہوں اس لیے پڑنے کو جی چاہتا ہے۔"

"اچھا اب دفع ہو جاؤ۔" سر سلطان ہاتھ ہلا کر بولے۔ اور عمران ڈھٹائی سے ہنستا ہوا اُٹھ گیا۔

ساحل سمندر کے ایک ویران اور دور افتادہ حصے میں بڑا سا الاؤ روشن تھا۔ جس کے گرد پانچ سفید فام غیر ملکی بیٹھے گا بجا رہے تھے۔ اُن میں دو لڑکیاں تھیں اور تین مرد۔ چرس کے سگریٹ بھی پھونکے جا رہے تھے۔ لڑکیاں خوش شکل اور تندرست تھیں۔

مرد بھی توانا اور جوان العمر ہی تھے ۔ عام ہپیوں کی طرح گندے معلوم نہیں ہوتے تھے ۔ بال ضرور بڑھا رکھے تھے لیکن اُن کے لباس یا جسم میلے نہیں تھے ۔

اُن ہی سے ایک گٹار بجا رہا تھا ۔ اور دونوں لڑکیاں ہم آہنگ ہو کر کچھ گا رہی تھیں ۔ دفعتہً کسی طرف سے ایک اور ہپی نمودار ہوا جو ایک ذرا سا پارسل بغل میں دبائے ہوئے تھا ۔ اُسے دیکھ کر لڑکیاں خاموش ہو گئیں اور گٹار بھی ختم کیا ۔

"کیا خبر ہے؟" ایک ہپی نے نووارد سے سوال کیا ۔

"سب ٹھیک ہے یہ دیکھو ...!" اُس نے پارسل کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر انہیں دکھاتے ہوئے کہا ۔ اور پھر اُس پر سے کاغذ کی تہیں اتارنے لگا ۔

اس کے بعد وہ اس پینٹنگ کو بڑی دلچسپی سے دیکھنے لگے تھے ، جو کاغذ کی تہوں کے نیچے سے برآمد ہوئی تھی ۔

"کیا گرمی ہے اور کیا تپش ہے ۔ واہ ۔" ایک لڑکی چہکاری ۔

"دیکھ چکے؟" نووارد ہپی نے پوچھا ۔

اور سب نے بیک آواز اثبات میں جواب دیا ۔ پھر نووارد نے وہ پینٹنگ مروڑتے ہوئے الاؤ میں ڈال دی ۔ شعلے لپکے اور بلند ہو گئے اور ایک لڑکی گوپی کی طرح تھرکنے لگی ۔ بقیہ افراد زور زور سے قہقہے لگا رہے تھے ۔

شعلے بھڑکتے رہے اور لڑکی تھرکتی رہی ۔

"تھرکے جاؤ!" ایک ہپی بولا "لیکن ہم میں سے کوئی بھی تمہارا بچہ بننے پر تیار نہیں ہوگا"

"تم سب میرے بچے ہو!" لڑکی نے جواب دیا ۔

اور وہ خاموش ہو کر اُس پینٹنگ کو راکھ ہوتے دیکھتے رہے ۔

"میک باور پکڑا گیا ۔" نووارد ہپی نے اطلاع دی ۔

"جہنم میں جائے ۔" دوسرے نے جواب دیا "ہم نے قصہ ہی ختم کر دیا ۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ قصہ ختم نہیں ہوا ۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے سنا ہے کہ جس نے شیرین کے یہاں سے پینٹنگ برآمد کی تھی اس نے اُس کو سرکاری تحویل میں دینے سے پہلے اُس کے فوٹو لیے تھے ۔ اُس سے وہ فوٹو طلب کیے گئے تھے لیکن اُس نے سرے سے انکار کر دیا کہ اُس نے پینٹنگ کے فوٹو بھی لیے تھے ۔"

"پینٹنگ علی عمران نے برآمد کی تھی ۔" دوسرا ہپی بولا ۔

"اسی لیے تو خدشہ ہے کہ فوٹو ضرور لے گئے ہوں گے ۔"

"اُس سے بعید نہیں ہے ۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں اس سے نپٹ لوں گی ۔" ایک لڑکی بولی ۔

"تم اُس کے قریب بھی نہیں جاؤ گی ۔ مرسی ڈارلنگ!" نووارد ہپی نے کہا ۔

"کیوں؟" اُس نے تیز لہجے میں پوچھا ۔

"وہ ایک رذیل اسنیک ہے ۔ پہلے جھنجھنا بجا کر محظوظ کرتا ہے ۔ پھر اچانک ڈس لیتا ہے ۔"

"میں دیکھوں گی ۔"

"تمہاری مرضی! میں نے آگاہ کر دیا ۔"

"یہ ضروری ہے کہ ہم اُسے فوٹو گراف سمیت فنا کر دیں ۔" دوسرا ہپی بولا ۔

"کوشش تو یہی ہونی چاہیے ۔" نووارد نے پر تشویش لہجے میں کہا ۔

"بتاؤ وہ کہاں ملے گا ۔" لڑکی نے نرم لہجے میں پوچھا ۔

"یہی بتانا تو مشکل ہے کہ وہ کہاں ملے گا ۔ وہ تمہارے بس کا نہیں ہے مرسیانا!"

"ابھی تک تو ایسا کوئی مرد میری نظر سے نہیں گزرا جو میرے بس کا نہ ہو ۔" مرسیانا فخریہ انداز میں بولی ۔

"اچھی بات ہے تو میں اُس کے فلیٹ کا پتا لکھ کر تمہیں دے رہا ہوں لیکن یاد رہے کہ یہ تمہاری ذاتی ذمے داری ہو گی ۔ ہمیں ہدایت کی گئی تھی کہ یہاں اپنے دوران قیام میں حتی الامکان اُس کا سامنا کرنے سے گریز کریں ۔"

"پھر فوٹو گراف کے حصول کی کیا صورت ہو گی؟" مرسیانا نے پوچھا ۔

"یہی تو مجھ میں نہیں آ رہا۔ میں سوچ رہی ہوں کہ اس سلسلے میں خصوصی ہدایات حاصل کیے بغیر کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔"

"تم ہدایات حاصل کر سکتی ہو۔ میں تم سب سے بالکل الگ ہوئی جاتی ہوں۔ اس دوران میں تم سے کوئی رابطہ نہیں رکھوں گی۔ اپنے طور پر کروں گی یہ کام۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔

پھر مسیانا نے اُس سے عمران کا پتا لیا اور اپنا تھیلا اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور وہاں سے چل پڑی... تقریباً دو فرلانگ پیدل چل کر اُس جگہ پہنچی جہاں متعدد چوبی جھونپڑوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی بستی تھی۔

ایک جھونپڑے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور کیروسین لیمپ روشن کر دیا۔ یہاں ایک بستر، دو کرسیاں اور ایک چھوٹی سی میز پڑی ہوئی تھی۔ بستر کے نیچے ایک سوٹ کیس بھی نظر آ رہا تھا۔ اُس نے ہپیوں والا لباس اتار کر ڈھنگ کے کپڑے پہنے اور بالوں کو سلیقے سے سنوارنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد جھونپڑے سے برآمد ہوئی۔ اس بار سوٹ کیس اُس کے ہاتھ میں تھا پھر پیدل ہی چلتی ہوئی ساحلِ تفریح گاہ کے اس حصے میں پہنچی جہاں گاڑیاں پارک کی جاتی تھیں ایک لمبی سی گاڑی کے دروازے کا قفل کھولا اور سوٹ کیس پچھلی سیٹ پر رکھ دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ اُسی گاڑی کو ڈرائیو کرتی ہوئی شہر کی طرف لے جا رہی تھی۔

عمران کو اب اس پارٹی کی تلاش تھی جس نے میک ہاور کو بھی چوٹ دی تھی لیکن یہ تلاش ایسی ہی تھی جیسے کوئی خلا میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہو۔ تیسری پارٹی نے کوئی ایسا اتا پتا چھوڑا تھا کہ وہ جا کر کسی کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیتا۔ میک ہاور کی گاڑی کے ڈِگّے میں جو فریم چھوڑ گئے تھے۔ اُس پر تو کسی کی انگلیوں کے نشانات تک بھی نہیں ملے تھے!

اب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ عمران اُسی جگہ کے چکر لگاتا رہتا جہاں میک ہاور اپنی گاڑی پارک کرتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ فریموں کی تبدیلی کی کارروائی وہیں ہوئی ہو۔ یعنی ضروری تو نہیں تھا کہ فریم تبدیل کرنے والا بھی اسٹر کلوز ہی میں مقیم رہا ہو۔

بہرحال اصول کے مطابق تفتیش کی ابتداء یہیں سے ہو سکتی تھی۔ لہٰذا جھک مارتا پھر رہا تھا یعنی اس وقت خواہ مخواہ ڈانسر کلب کے ریکریشن ہال میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے کوشش ہی کہنا چاہیے کیونکہ گیٹ پر خاصی بھیڑ تھی۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی مار دھاڑ سے بھرپور فلم شو پر کھڑکی والوں نے رش کیا ہو۔ دراصل آج یہاں کیبرے یعنی نیم عریاں رقص کا پروگرام تھا۔

اسی بھیڑ بھاڑ میں اچانک کوئی پوری قوت سے آ ٹکرایا اور پھر اس کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈال کر جھول بھی گیا۔ وہ تو یہی سمجھا تھا کہ جھول گیا ہے۔ لیکن آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ جھول گئی ہے۔ عمران کی گردن پر گرفت مضبوط تھی اور اُس کی آنکھیں بند تھیں گھنگھریالے سنہرے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے کسی مغربی ملک کی معلوم ہوتی تھی۔

"کیا ہوا... کیا ہوا..." چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں اور لوگ اُن کے قریب سمٹنے لگے۔

"ارے صاحب سنبھالیے، ورنہ نیچے گر جائے گی۔" کسی نے عمران کو للکارا اور وہ سچ مچ احمقانہ انداز میں منہ پھاڑ کر اُس غیر ملکی لڑکی کو دیکھنے لگا جو اُس کی گردن میں جھول کر بے ہوش ہو گئی تھی۔

"اوہو... خدا کی پناہ... آپ تو بہت زیادہ نروس ہو گئے ہیں۔" کسی نے قریب ہی سے کہا۔ "کمر میں ہاتھ دے کر سنبھالیے۔ ورنہ وہ آئی نیچے...!"

اور عمران نے بڑی سعادت مندی سے اس مشورے پر عمل کیا۔ بات بھی پتے کی تھی۔ یعنی وہ لوگ اُس اجنبی لڑکی کو اُسی کی ساتھی سمجھ رہے تھے۔

"ہاتھوں پر اٹھائیے جناب۔ آپ تو بہت بھولے معلوم ہوتے ہیں۔" کسی نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔

"اوہ... جی ہاں..." عمران ہکلا کر بولا اور پھر اس مشورے پر بھی اسے عمل کرنا ہی پڑا تھا

"کیا یونہی کھڑے رہیں گے؟" اُس نے پھر اُسی بھدی سی آواز تھی اور لڑکی کو ہاتھوں پہ اٹھائے ہوئے اُس کی طرف گھوم گیا۔

"میرا مطلب ہے کلینک کی طرف لے چلیے۔" اُس سے یہ کہا۔ یہ ایک معمر اور بے نفاست پسند آدمی تھا۔

"ہم... میں نہیں جانتا... کدھر ہے۔" عمران ہکلایا۔

"میرے ساتھ آئیے۔"

اس دوران میں عمران بھانت بھانت کی بولیاں سنتا رہا تھا جیسے ہی وہ بوڑھے کے ساتھ چلنے کے لیے آگے بڑھا لوگ اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔

ہوٹل ہی کی عمارت میں واقع کلینک تک پہنچنے کے لیے زیادہ نہیں چلنا پڑا تھا۔ ڈاکٹر موجود تھا۔ عمران نے لڑکی کو معائنے کی میز پر لٹا دیا۔ معمر آدمی اب بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا۔

"کیا پہلے بھی ایسا کوئی دورہ پڑ چکا ہے؟" ڈاکٹر نے عمران سے پوچھا۔

"پپ... پتا نہیں۔۔!" عمران نے بیوقوفوں کی طرح جواب دیا۔

"تم واقعی بہت نروس معلوم ہوتے ہو۔" معمر آدمی نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔ ایسی کوئی خاص بات نہیں... کبھی کبھی بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے بھی ایسا ہو جاتا ہے۔"

"اللہ جانے...!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

ڈاکٹر لڑکی کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کر رہا تھا۔ اِدھر بوڑھے کی نظر عمران کے چہرے پر تھی اور عمران کا چہرہ حماقتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

"کیا دوستی زیادہ پرانی نہیں ہے؟" اچانک اُس نے پوچھا۔

"میری تو عقل ہی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔" عمران بولا۔

"گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ کہاں رہتے ہو؟"

"ہیرا منڈی میں...!"

"اوہ...!" بوڑھے کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر اُس نے سنبھل کر پوچھا۔ "کیا کرتے ہو

"مرغیوں کی آڑھت..."

"اس سے کیسے دوستی ہوئی تھی؟"

"ہوش میں آ کر خود ہی بتائے گی...!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہو شاید آپ بُرا مان گئے؟"

"بُرا ماننے کی بات ہی ہے جناب!" عمران نتھنے پُھلا کر بولا۔ "اگر میں بکروں کی آڑھت کرتا ہوں تو آپ حیرت سے پوچھتے ہیں کہ اس سے کیسے دوستی ہوئی تھی... ارے کیا میں بکرے اپنے گلے میں لٹکائے پھرتا ہوں کہ دوستی نہ ہو سکتی۔"

"واقعی آپ بُرا مان گئے۔" بوڑھا ہنس کر بولا۔

"بکرا میرا جدی آبائی مشغلہ ہے۔"

"لیکن زندہ دل معلوم ہوتے ہیں۔" بوڑھے نے کہا۔

"زندہ دل نہ ہوتا تو یہ اسی طرح گردن میں جھول جاتی۔"

"میں نہیں سمجھا؟"

"وہی ہوش میں آ کر سمجھائے گی۔"

"بہت بہتر جناب میں چلا۔" بوڑھے نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "مجھے کیا!"

اُس کے نکل جانے پر عمران نے طویل سانس لی اور ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگا جو لڑکی کے بازو میں کوئی دوا انجکٹ کر رہا تھا۔

پھر وہ عمران کی طرف مڑ کر بولا۔ "آپ بیٹھ جائیے۔ کم از کم دس منٹ ضرور لگیں گے۔ میری دانست میں یہ نروس نیس کا دورہ تھا۔"

"پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔" عمران بولا۔ اب تو وہ گلے پڑ ہی گئی تھی۔ پھر وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ نامعلوم پارٹی بھی اُس میں دلچسپی لے سکتی ہے اور ہو سکتا ہے اُس نے بھی جیننگ کے فوٹوگراف کے بارے میں سوچا ہو۔ لہٰذا اس واقعے کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ دیکھنا چاہیے کہ ہوش میں آنے کے بعد لڑکی کا رویہ کیا ہوتا ہے۔

"آپ واقعی بکروں کی آڑھت کرتے ہیں؟" ڈاکٹر نے تھوڑی دیر بعد عمران سے پوچھا۔

"ہرگز نہیں جناب! وہ تو میں اُن بڑے میاں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ میرا فارورڈنگ اور کلیرنگ کا کاروبار ہے۔"

"خوب خوب!" ڈاکٹر مسکرا کر رہ گیا۔

اُدھر لڑکی کے جسم میں حرکت ہوئی تھی۔ پھر وہ اچانک کراہ کر اُٹھ بیٹھی اور بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف نظر ڈالی۔ پھر میز سے اُترتی ہوئی چیخنے لگی "میرا بیگ میرا بیگ..."

"اوہ۔ ٹھہریئے بیٹھی رہیئے!" ڈاکٹر آگے بڑھ کر بولا "آپ کو آرام کی ضرورت

"وہ میرا بیگ چھین لے گیا۔"

"کون؟" عمران نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔ اُس نے میرا بازو پکڑا تھا۔ اور بیگ چھین لیا تھا بازو پکڑتے ہی ایسا لگا تھا جیسے بازو میں سوئی چبھ گئی ہو۔ پھر مجھے کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا لیکن میرا بیگ!"

"کس بازو کی بات کر رہی ہیں؟"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی "چبھن تو دونوں بازوؤں میں محسوس ہو رہی ہے۔"

"اس بازو میں تو میں نے انجکشن دیا ہے۔ دوسرا بازو کھولئے۔"

"میں کہتی ہوں میرا بیگ؟"

"جس نے چھینا تھا وہ اب یہاں تو نہ ہوگا۔" عمران نے کہا۔

اور وہ عمران کو غور سے دیکھتی ہوئی اپنا دوسرا بازو کھولنے لگی۔

"ہاں۔ یہاں کوئی چیز چبھی تھی۔" ڈاکٹر بازو پر ایک جگہ انگلی رکھ کر بولا۔

"میرا بیگ۔ میری ساری رقم اُسی میں تھی۔"

"اوہ تو جلدی پولیس کو اطلاع دیں۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔" عمران نے پرس نکالتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر کا بل ادا کر کے وہ کلینک سے نکلے اور لڑکی نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"کوئی بھی نہیں... یعنی کہ وہ... یعنی کہ تم بے ہوش ہو کر میری گردن میں جھول گئی

تھیں۔ وہ لوگ سمجھے شاید تم میرے ساتھ ہو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ اگر وہ ڈاکو پکڑا نہ گیا تو مجھے خود کو مفلس سمجھنا چاہیئے۔"

"کیا وہ بھی اُسی بھیڑ میں تھا؟" عمران نے پوچھا۔

"وہیں اُسی بھیڑ میں تھا۔ خدا اسے غارت کرے۔"

"کیا کہیں باہر سے آئی ہو؟"

"نیوزی لینڈ سے۔ بغرض سیاحت۔ ساری رقم اُسی بیگ میں تھی کچھ نقد اور کچھ ٹریولرز چیک کی شکل میں۔ پورے دس ہزار ڈالر تھے۔"

"کہاں قیام ہے؟"

"ڈروٹیک میں... اب کیا ہوگا...؟"

"فی الحال رپورٹ کر دینی چاہیئے۔"

"اُس سے کیا ہوگا۔ کیا میری رقم پوری کی پوری مل جائے گی؟"

"کچھ حلیہ وغیرہ بتاؤ اُس آدمی کا۔"

"میں اُسے پوری طرح دیکھ ہی نہیں سکی تھی..."

"تب پھر پولیس بھی کچھ نہ کر سکے گی۔ لیکن رپورٹ تو کر ہی دینی چاہیئے۔"

عمران نے قریبی پولیس سٹیشن پر اس واقعے کی رپورٹ درج کرا دی تھی۔ اور لڑکی سے کہا تھا کہ وہ اُسے اُس کے ہوٹل تک چھوڑ آئے گا۔

"چلو... لیکن اب میں کیا کروں گی بالکل مفلس ہو گئی ہوں۔"

"تنہا آئی ہو...؟"

"بالکل... اور یہاں کسی کو جانتی بھی نہیں!"

"نیوزی لینڈ میں اپنے بینک سے رجوع کرو۔"

"کسی کروڑ پتی کی بیٹی نہیں ہوں۔ ایک فرم میں ملازم ہوں۔ جو رقم پس انداز کی تھی۔ ساری کی ساری نکلوا کر اس سفر پر نکل کھڑی ہوئی تھی۔"

"فی الحال کچھ رقم مجھ سے لے لو۔"

"یہاں تم پہلے آدمی ہو جس سے مجبوراً اپنے نجی معاملات کے بارے میں گفتگو کر رہی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ آدمی کو آدمی کے کام آنا چاہیے۔" عمران نے کہا۔ "فی الحال میں تمہیں پانچ سو روپے دے سکتا ہوں جو پچاس ڈالر کے برابر ہوں گے۔"

"میں دوسرے قسم کا آدمی ہوں۔ الفاظ میرا پیٹ نہیں بھر سکتے۔"

"خیر ختم کرو! آؤ شاید ہم رونیک پہنچ گئے۔"

گاڑی رونیک کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ عمران اُسے پارکنگ لاٹ کی طرف لیتا چلا گیا۔

"کچھ دیر ٹھہرو گے میرے ساتھ؟" لڑکی نے پوچھا۔

"بکواس مت کرو۔"

"اچھا بتاؤ کتنی انگلیاں ہیں؟" عمران اپنی تین انگلیاں دکھا کر بولا۔

"میں تمہارے سر پر کرسی دے ماروں گی۔" وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

ران کی زبان سے لفظ "دشواری" سن کر اُسے حیرت ہوئی تھی اور وہ جاگم بھاگ مانیکو تھا۔

ران کے کمرے کے بند دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

"میں تمہیں پانچ سو روپے دے کر بھاگ جانا چاہتا ہوں۔"

"کیوں؟ یہ کیا بات ہوئی!"

"جتنی بھی اخلاقی قدریں یہاں باقی بچی ہیں انہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ زور سے ہنس پڑی، اور پھر بولی "تم تو وہاں پہنچ کر بھی شرافت کا مظاہرہ کر سکتے ہو۔"

"تاکہ تم اپنے ملک میں جا کر یہ شکوہ کرتے کہ بیہودہ لوگ ہیں کہ خوبصورتی سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔"

"اوہ... چلو بہت زیادہ چالاک بننے کی ضرورت نہیں ہے؟" وہ بے تکلفی سے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی۔

عمران سوچ رہا تھا کہ آخر وہ اُسی کی گردن میں کیوں جھول گئی تھی۔ وہاں اور لوگ بھی تھے۔ بہرحال وہ اس حد تک غیر محتاط نہیں ہونا چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ اس کے کمرے تک چلا جاتا۔ لیکن وہ تو سر ہو رہی تھی۔ اس نے اپنے پرس سے پانچ سو کے نوٹ نکالے اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "یہ رکھو اور ساتھ ہی میرا کارڈ بھی ہے نیوزی لینڈ پہنچ کر واپس کر دینا۔"

"مجھے نہیں چاہیے۔ میں بھکارن نہیں ہوں۔" وہ بگڑ کر بولی۔ "اپنے سفارت خانے سے رجوع کروں گی اور میری مالی مشکلات رفع ہو جائیں گی۔"

"پہلے تو تم نے میری اس پیشکش پر شکریہ ادا کیا تھا۔"

"اب تم میری توہین کر رہے ہو جب میری پیشکش کو ٹھکرا چکے ہو۔"

"میں مجبور ہوں مس سیانا۔ میری ممی کو پتا چل گیا تو بہت ماریں گی۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔" وہ بگڑ کر بولی

"یقین کرو۔" عمران گھگھیایا۔ "مجھے بچپن سے یہی سبق پڑھایا گیا ہے کہ کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملو۔ تم نے اس کے بارے میں پڑھا ہو گا کہ ہمارے یہاں مردوں اور عورتوں کے درمیان کم از کم ایک جوتے کا فاصلہ ضرور ہوتا ہے۔"

"تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"اصل میں رات کو میری عقل خبط ہو جاتی ہے کل صبح دس بجے تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔ تم یہ رقم رکھو۔ سفارت خانہ فوری طور پر تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔ اچھی بات ہے کل ضرور آنا میں دس بجے تمہارا انتظار کروں گی۔ کمرہ نمبر چھتیس ہے۔"

وہ گاڑی سے اتر کر ہوٹل کی عمارت میں داخل ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد عمران ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ سے صفدر کو مس سیانا سے متعلق ہدایات دے رہا تھا۔

"بی ونگ کے کمرہ نمبر چھتیس میں مقیم ہے۔ اسی وقت سے نگرانی شروع کر دو۔ تمہیں دیکھنا ہے کہ وہ تنہا ہی ہے یا کوئی اور بھی ہے اس کے ساتھ۔ بہرحال ملنے جلنے والوں پر خصوصیت سے نظر رکھنی ہے۔"

"آخر بات کیا ہے؟" دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔ "آپ مجھ سے صرف لڑکیوں کی نگرانی کراتے ہیں۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ تمہارے ستارے ہی گردش میں آ گئے ہیں۔"

"نگرانی میں کرتا ہوں اور آخر میں وہ آپ کے ساتھ بیٹھی نظر آتی ہیں۔"

"خدا کا شکر ادا کرو کہ نتائج کے ذمہ دار تم خود نہیں ہوتے۔"

"بہت بہتر میں دیکھوں گا۔"

عمران نے رابطہ منقطع کر دیا اور بوتھ سے باہر نکلا ہی تھا کہ کسی نے سر کے پچھلے حصے پر زوردار ضرب لگائی۔ آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ اس کے باوجود بھی حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے پلٹ پڑا لیکن دوسری ضرب شانے پر پڑی اور اندھیری رات پر مزید اندھیرا مسلط ہوتا چلا گیا۔

دوبارہ ہوش میں آتے ہی اس نے آنکھیں نہیں کھول دی تھیں۔ کیونکہ شور کی پہلی

ابھی ابھی اس کے کانوں میں کچھ آوازیں پہنچی تھیں، کوئی کسی سے کہہ رہا تھا "تم جھوٹ بول رہی ہو۔ شیرازن کی بیوہ کا رول تمہیں نے ادا کیا تھا۔"

لہجہ غیر ملکی تھا اور یہ جملہ انگلش میں ادا کیا گیا تھا۔

"میں نہیں کہہ سکتی کہ تم لوگ کس قسم کی بکواس کر رہے ہو۔"

یہ نسوانی آواز تھی۔ عمران کے ذہن میں ایک جھٹکا سا ہوا۔ کیونکہ یہ تو اسی لڑکی مرسیانا کی آواز تھی جسے وہ روڈ نیک میں چھوڑ آیا تھا۔ وہ بدستور آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ آنکھیں کھولنے سے قبل ہی کسی حد تک حالات کا اندازہ کر لینا چاہتا تھا۔

"تم لوگ غیر قانونی طور پر مجھے یہاں لائے ہو۔" مرسیانا کی آواز آئی "تمہیں اس کے لیے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ پہلے میرا ہینڈ بیگ چھینا اور پھر ریوالور دکھا کر یہاں لے آئے آخر تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"ذرا اسے ہوش میں آ لینے دو پھر ہم تمہیں سب کچھ بتا دیں گے۔" اسے جواب دیا گیا۔

"اس بیچارے نے تو میری مدد کی تھی۔" مرسیانا بولی۔

"اب تم اس بیچارے کی مدد کر دینا۔ یاد رکھو اگر تم دونوں نے زبان نہ کھولی تو تمہیں مرنا پڑے گا۔"

"خداوندا! میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔" مرسیانا بے بسی سے بولی۔

"اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔" تیسری آواز سنائی دی۔ اور اب عمران ہوش میں آنے کے لیے تیار ہو گیا۔ دو تین بار ہی گال تھپتھپائے گئے تھے کہ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ننگے فرش پر چت پڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک آنکھوں کو اس طرح سکوڑتا اور پھیلاتا رہا۔ جیسے کچھ دکھائی ہی نہ دے رہا ہو۔ حالانکہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ مرسیانا ایک اسٹول پر بیٹھی ہوئی تھی اور تین سفید فام آدمی مختلف جگہوں پر کھڑے ہوئے تھے ایک کے ہاتھ میں ریوالور بھی دکھائی دیا جس کا رخ اسی کی جانب تھا۔

کچھ دیر بعد وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور ساتھ ہی ریوالور والے کو کہتے سنا "بس جہاں ہو وہیں رہو۔ ورنہ کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔"

عمران اپنے دکھتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ شانے میں بھی تکلیف محسوس کر رہا تھا۔

"یہ کیا قصہ ہے؟" دفعتاً مرسیانا نے اس سے پوچھا۔

"میں کیا جانوں۔ میں تو شاید۔ شاید۔ ارے تو کیا میں سو رہا تھا۔" عمران احمقانہ انداز میں بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے صفدر سے مرسیانا کی نگرانی کرنے کو کہا تھا۔ اگر اس کے یہاں لائے جانے سے پہلے ہی روڈ نیک پہنچ گیا ہو گا۔ تو شاید یہاں تک بھی ساتھ لگا چلا آیا ہو۔

"تم جب یہاں آئی ہو تو میں کہاں تھا؟" عمران نے مرسیانا سے سوال کیا۔

"تم یہاں نہیں تھے۔ میرے بعد لائے گئے ہو۔"

عمران ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ شاید صفدر مناسب وقت پر نہ پہنچ سکا ہو۔ اس نے سوچا اور سر کے دکھتے ہوئے حصے کو ٹٹولنے لگا۔

"ہاں! اب تم ختم کرو۔" ریوالور والے نے انہیں للکارا "بتاؤ وہ پینٹنگ کہاں ہے؟ ہاؤل دے سوف۔"

"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میک ہالر کی تیرہ بختی نے اس پر سیاہی پھیر دی۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"بکواس ہے۔ وہ تمہاری حرکت تھی۔ تم اس کی نگرانی کر رہے تھے۔ کیا تمہیں اس سے انکار ہے؟"

"قطعی نہیں۔۔"

"کیا تم نے اس کی گاڑی کے ڈکے سے پینٹنگ ہٹا کر دوسرا فریم نہیں رکھ دیا تھا؟"

"دوسرا فریم رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا میک ہالر سے میرا کوئی [illegible] کا رشتہ تھا۔"

"تم لوگوں کو متحیر کر دینے کے عادی ہو۔"

"صرف دوستوں کو۔۔۔ دشمنوں کو نہیں۔ مگر تم لوگ کون ہو اور تمہیں اس پینٹنگ سے کیا سروکار ہے؟"

"میک ہالر تنہا نہیں تھا۔"

"اوہ۔ تو تم اس کے ساتھی ہو۔۔؟"

ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔ کبھی وہ عمران کو دیکھتے تھے اور کبھی مرسیانا کو۔ آخر ریالوردو نے کہا۔ "کیا یہ وہی لڑکی نہیں ہے۔ جس نے مسز شیراں کا رول ادا کیا تھا۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ بیچاری تو ایک مصیبت زدہ سیاح ہے جس سے چند گھنٹے پیشتر انٹرکان میں ملاقات ہوئی تھی۔ کوئی اس کا ہینڈ بیگ چھین لے گیا جس میں دس ہزار ڈالر تھے۔"

"پھر وہ کون تھی؟"

"وہ بھی ایک بے چاری ہی تھی۔ اُس سے معقول معاوضے پر کام لیا گیا اور پھر چھٹی دے دی گئی تھی۔"

"وہ اب کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ کہہ رہی تھی کہ جلدی سوئٹزرلینڈ چلی جاؤں گی۔ وہاں اُس کی خالہ نے سونا اُگانے کا پلاٹ تیار رکھا ہے۔"

"ہم تمہیں چھلنی کر کے رکھ دیں گے ورنہ وہ پینٹنگ ہمارے حوالے کر دو۔"

یک بیک عمران خوف زدہ نظر آنے لگا۔ مرسیانا بیوقوفوں کی طرح ایک ایک کی شکل تک رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے چند پاگلوں کے درمیان پھنس گئی ہو۔

"یقین کرو۔ ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" ریالوردو غرایا۔

"ٹھیک ہے تم مجھے گولی مار دو۔ جس چیز کے لیے میں نے اتنی محنت کی ہے اُسے مفت تو نہیں دے سکتا۔"

"اوہ۔ تو سودا کرو گے؟"

"بالکل! وہ شیراں کی ملکیت تھی۔ تمہاری نہیں کہ تم مجھ سے اس طرح وصول کر لو گے۔"

"کیا قیمت لو گے؟"

"کم از کم تیس ہزار ڈالر۔"

"یہ بہت زیادہ ہے۔"

"اس سے کم پر میں بات کرنے کو تیار نہیں۔"

"ہم دس ہزار ڈالر دے سکتے ہیں۔"

"دس ہزار میں تو کتیا بھی دودھ پلانے پر تیار نہ ہوگی۔"

"واقعی تمہاری موت آ گئی ہے۔"

"آنے دو۔" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"آخر قصہ کیا ہے؟" مرسیانا بولی۔ "یہ کیسی سودے بازی ہو رہی ہے اور میں کیوں یہاں گھسیٹی گئی ہوں؟"

"تم خاموش رہو۔" ایک غیر ملکی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

"میں کیوں خاموش رہوں۔ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"اس کے ساتھ دیکھ کر غلط فہمی ہو گئی تھی۔ تمہیں واپس بھجوا دیا جائے گا۔"

"تو کیا یہ کوئی بدمعاش آدمی ہے؟" عمران کی طرف انگلی اُٹھا کر اس نے پوچھا۔

"اوّل درجے کا۔" جواب ملا۔

"اوہ۔ تب تو یہ اسی کا کوئی ساتھی رہا ہوگا۔ جو میرا بیگ چھین لے گیا۔"

"ہو سکتا ہے۔"

عمران احمقانہ انداز میں کبھی مرسیانا کی شکل دیکھنے لگتا تھا اور کبھی اُس کے مخاطب کی۔

"کیا واقعی تم مرنا ہی چاہتے ہو؟" ریالوردو نے عمران سے کہا۔

"دس ہزار میں سودا کرنے سے تو مر جانا ہی بہتر ہوگا۔" عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

پھر کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ وہ تینوں ہی کسی سوچ میں تھے۔ آخر ان میں سے ایک بولا۔ "اگر ہم تمہاری منہ مانگی قیمت پر تیار ہو جائیں تو کیا صورت ہوگی۔"

"اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے۔" عمران نے خوش ہو کر کہا۔

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ پہلے ہم تمہیں آزاد کر دیں۔ پھر کہیں کسی جگہ پر سودا ہو جائے۔"

"ظاہر ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم چوٹ نہیں دے جاؤ گے۔"

"کوئی ضمانت نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ضامن تیسری پارٹی ہوتی ہے اور اتفاق سے کوئی تیسری پارٹی موجود نہیں ہے۔ پھر قانونی سودے آپس کے اعتماد پر طے پاتے ہیں۔"

"ہمیں تم پر اعتماد نہیں ہے۔"

"تب پھر سودا ہونے کی بھی کوئی صورت نہیں۔"

"تم بھی کن باتوں میں پڑے ہو۔" تیسرا آدمی غصیلے لہجے میں بولا۔ "تشدد کرو، ابھی اگل دے گا چیونگ اس نے کہاں چھپائی ہے۔"

"یہ بھی بے حد معقول تجویز ہے۔" عمران مسکرا کر بولا۔ "یہ دونوں تو بالکل گھامڑ معلوم ہوتے ہیں، خواہ مخواہ اتنا وقت برباد کیا۔"

وہ ابھی تک فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ دفعتاً تیسرے آدمی نے جھپٹ کر اس کے چہرے پر ٹھوکر رسید کرنی چاہی لیکن عمران غافل نہیں تھا۔ بیٹھا ہی اسی لیے تھا کہ کچھ شروع ہو جائے۔

بائیں کروٹ گر کر اس نے اس کی اٹھی ہوئی ٹانگ تھامی اور اپنی ٹانگوں پر رکھ کر ریوالور والے کی طرف اچھال دیا۔ پلک جھپکتے ہی تیسرا آدمی ریوالور والے سے ٹکرایا اور ریوالور چل گیا۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی کمرے کی محدود فضا میں ایک چیخ بھی گونجی تھی۔ مرسیانا اچھل کر ایک میز پر چڑھ گئی۔

اتنے میں عمران دوسرے آدمی پر ٹوٹ پڑا۔ ریوالور والا فرش سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا اسی بار عمران نے دوسرے آدمی کو گھما کر اسی پر دے مارا۔

ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر مرسیانا کی نظریں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ غالباً اسے خدشہ تھا کہ کہیں کوئی چوتھا آدمی بھی نہ نمودار ہو جائے۔

لیکن ایسا نہ ہوا۔ اتنی دیر میں عمران کی کئی ٹھوکریں ان دونوں کے سروں پر بھی پڑ چکی تھیں اور وہ بے حس و حرکت ہو گئے تھے۔

"اب بھاگو یہاں سے۔" مرسیانا میز سے اترتی ہوئی بولی۔

"کیا واقعی تم مجھے بدمعاش سمجھتی ہو؟"

"بدمعاش سے بھی کچھ زیادہ۔ تم نے اتنے کم وقت میں جو کچھ بھی کیا ہے میں نے آج تک مار دھاڑ کی کسی فلم میں بھی نہیں دیکھا۔"

"میں ایک ذمہ دار آدمی ہوں۔" عمران نے کہا اور جیب سے رومال نکال کر فرش پر پڑے ہوئے ریوالور پر ڈال دیا۔ پھر اسے احتیاط سے اٹھا کر رومال ہی میں لپیٹا اور جیب میں رکھ لیا۔

"اچھا بدمعاش نہیں ہو تب بھی یہاں سے نکلو۔"

اس کمرے سے نکل کر عمران نے دروازہ باہر سے بولٹ کر دیا۔ کمرے میں یہی ایک دروازہ تھا۔ دو کھڑکیاں بھی تھیں، ان میں گرل لگی ہوئی تھی۔ لہٰذا ہوش آنے پر بھی وہ دونوں کمرے سے نہیں نکل سکتے تھے۔ تیسرے آدمی کے سینے میں گولی لگی تھی اور وہ مر چکا تھا۔

"ل... لیکن... وہ ایک شاید مر چکا ہے۔" مرسیانا نے کہا۔

"اپنے ساتھی ہی کی گولی سے مرا ہے۔"

"لیکن اب یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔"

"پوری عمارت کو دیکھ رہا ہوں۔ بہر حال کوئی چوتھا آدمی موجود نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ یہی صدر دروازہ ہے۔" مرسیانا راہداری کے سرے پر رکتی ہوئی بولی۔

"ہاں! اسے بند رہنے دو اور اب تم میرے ساتھ۔"

"پتا نہیں تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔"

"فکر نہ کرو۔ اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"لیکن جناب ہمارے ساتھ ایک لاش بھی ہے۔"

"اسی کا انتظام کرنے جا رہا ہوں۔" عمران نے کہا اور پھر وہ اسی کمرے میں آ گئے جہاں

فون رکھا ہوا تھا۔

عمران نے اس ٹیلیفون کے کرڈل پر فون کے نمبر ڈائیل کئے اور گھڑی دیکھنے لگا۔ رات کے گیارہ بجے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے ریسیور اٹھائے جانے کی آواز آئی۔

"ہیلو ..." نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ "تھریوس اسپیکنگ۔"

"علی عمران! اگر سو گئے تھے تو اٹھ جاؤ۔ میک ہارور کے تین ساتھی اٹھائے گئے ہیں اور ان میں سے ایک مر چکا ہے۔"

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتا لیکن اس فون کے نمبر تمہیں بتائے دیتا ہوں اس سے جگہ معلوم کرو اور پہنچ جاؤ۔ دروازے پر دستک دینی پڑے گی۔"

"وہ نمبر بتائیے ...."

عمران نے جھک کر نمبر دیکھے اور اسے بتانے لگا۔

"میں پہنچ رہا ہوں۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

عمران ریسیور رکھ کر مرسیانا کی طرف مڑا، جو حیرت سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"تم کسے کال کر رہے تھے؟" اس نے پوچھا۔

"دوسرے ذمے دار آدمی کو جو انہیں آ کر سنبھالے گا۔"

"کتنی دیر میں آئے گا۔ یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"کچھ دیر اور صبر کرو۔ بیٹھ جاؤ... میں کچن میں جا کر دیکھتا ہوں۔ شاید کچھ پینے پلانے کو مل جائے۔"

"میں بھی چلوں گی۔ تنہا نہیں رہنا چاہتی۔"

"چلو۔ کیا ضروری تھا کہ یہ کم بخت تمہیں بھی پکڑ لاتے۔"

"تمہیں کیوں پکڑ لائے تھے کس پینٹنگ کا قصہ تھا۔"

اور عمران نہ جانے کس رو میں تھا کہ اسے تصویر کا قصہ سنانے لگا۔ دونوں کچن میں آئے۔ عمران نے فریج کھولا۔ اس میں بیئر کی بوتلیں موجود تھیں۔

مرسیانا کے لیے بیئر انڈیلی اور خود بیٹھا مرغ کے تختے بناتا رہا۔

"کیا تم نہیں پیو گے؟" اس نے پوچھا۔

"میں صرف ٹھنڈا پانی پیتا ہوں، ورنہ فی الحال اس کی بھی احتیاج نہیں ہے۔"

"ہاں تو آخر وہ تصویر کیسی ہے جس کے لیے یہ سارا ہنگامہ ہو گیا۔"

"خدا جانے۔" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اور وہ تصویر تمہارے قبضے میں ہے؟"

"ہرگز نہیں! میں نہیں جانتا کہ اسے کون لے گیا۔ وہ تو میں وقت گزاری کر رہا تھا کہ کسی طرح مجھے پر حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔"

"تم حیرت انگیز حد تک پھرتیلے ہو۔"

"کبھی کبھی بہک جاتا ہوں، ورنہ مجھ سے زیادہ ڈھیلا ڈھالا آدمی آج تک پیدا ہی نہیں ہوا۔"

"بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے۔ کتنی معصومیت پائی جاتی ہے تمہاری آنکھوں میں۔"

"زیادہ تعریف مت کرو، ورنہ شرما جاؤں گا۔" عمران نے کہا، انداز ایسا ہی تھا جیسے سچ مچ شرم آ رہی ہو۔

وہ اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی اور بیئر پیتی رہی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ پینٹنگ کیسی ہے۔"

"بدھ کسی اجنبی کو وعظ دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے اس پینٹنگ میں۔ کسی بہت بڑے آرٹسٹ کی ہو گی۔"

"خدا جانے! آرٹسٹ نے اپنے دستخط کئے ہیں لیکن میں نے آج تک یہ نام نہیں سنا۔"

"میں نے بھی نہیں سنا۔" مرسیانا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "ہو سکتا ہے کوئی جرمن مصور ہو۔ جرمنوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"میں معلوم کر چکا ہوں، اس نام کا کوئی قابل ذکر مصور جرمنی میں کبھی نہیں تھا۔"

دفعتاً کال بیل کی آواز سے پوری عمارت گونج اٹھی اور عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "شاید وہ آ گئے۔" مرسیانا اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔ صدر دروازے کے قریب پہنچ کر عمران نے

اونچی آواز میں پوچھا: "کون ہے؟"

"کیپٹن برلاس!" باہر سے آواز آئی اور عمران نے دروازہ کھول دیا۔

کیپٹن برلاس کے ساتھ تین باوردی فوجی بھی تھے جنہیں دیکھ کر مرسیا کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

سر سلطان اپنے بنگلے کے برآمدے میں بیٹھے شام کا ایک اخبار دیکھ رہے تھے کہ ایک میلا کچیلا سا لڑکا پھاٹک پر آ کر کھڑا ہو گیا اور سنتری سے الجھ پڑا کہ وہ اندر جائے گا۔ سنتری اسے دھکا دے رہا تھا کہ سر سلطان کی نظر پڑ گئی اور انہوں نے سنتری کو اشارہ کیا کہ اسے اندر آنے دے۔

لڑکا بارہ تیرہ سال سے زیادہ کا نہ رہا ہوگا۔ وہ سر سلطان کی طرف بڑھتا چلا آیا اور قریب پہنچ کر ان کی جانب ایک لفافہ بڑھاتا ہوا بولا "صاحب نے کہا تھا کہ پانچ روپے ملیں گے۔"

"کن صاحب نے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

سر سلطان نے لفافہ اس سے لے کر کسی ملازم کو آواز دی اور اس لڑکے کو پانچ روپے دے دینے کو کہتے ہوئے اندر چلے آئے۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر لفافہ چاک کیا۔ یہ خط عمران کی طرف سے تھا۔ اس نے لکھا تھا "اب تو فون پر بھی آپ سے گفتگو نہیں کر سکتا کہ ٹیپ کیا جا رہا ہے۔ ٹی ایس آئی والے میری اور آپ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اس وقت بھی ایک آدمی آپ کے بنگلے کے قریب موجود ہے۔ بہرحال میں نے تیاری مکمل کر لی ہے۔ آپ شلوار سوٹ پہنیے اور کمپاؤنڈ کے عقبی دروازے سے دوسری طرف نکل جائیے۔ کچھ دور پیدل چلنے کے بعد شاہجہان روڈ پر پہنچیں گے۔ وہاں سے ایک ٹیکسی پکڑیے اور مندرجہ ذیل پتے پر پہنچ جائیے۔ فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا ملے گا۔"

سر سلطان نے خط پڑھ کر برا سا منہ بنایا اور پھر انہیں ٹی۔ ایس۔ آئی والوں پر غصہ آ گیا اور انہوں نے سوچا عمران جو کچھ بھی کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے۔ بہرحال انہوں نے

اس کی ہدایات پر عمل کیا تھا۔

تقریباً نصف گھنٹے بعد فردوس کے اٹھارویں فلیٹ میں داخل ہوئے۔ وہاں عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"کیوں میری مٹی پلید کر رہے ہو نالائق!" وہ اسے گھونسہ دکھا کر بولے۔

"شلوار سوٹ میں بھی شاندار لگتے ہیں۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"چلو جلدی کرو۔ کیا ہے؟"

"میں نے تصویر کا سلائیڈ تیار کرا لیا ہے۔ سلائیڈ پروجیکٹر پر دکھاؤں گا۔"

"جو کچھ کرنا ہے جلدی کرو۔ آفس کے بعد مجھ میں بیٹھنے کی بھی سکت نہیں رہتی۔"

عمران انہیں دوسرے کمرے میں لایا۔ یہاں ایک دیوار پر چھوٹا سا اسکرین لگا ہوا تھا اور اس کے سامنے ہی پروجیکٹر رکھا نظر آ رہا تھا۔

عمران نے پردے کھینچ کر کمرے میں اندھیرا کر دیا۔ اور پھر پروجیکٹر کی روشنی اسکرین پر پڑنے لگی۔

اس نے سلائیڈ لگاتے ہوئے کہا: "روشنی کچھ کم کروں اور اس سے نیچے کا۔"

"ہوں..." سر سلطان پر تفکر لہجے میں بولے۔ "مجھے تو اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ بس سیدھی سادی تصویر ہے۔"

"اب میں اسی پر دوسرا سلائیڈ لگانے جا رہا ہوں۔ اصل چیز سامنے آ جائے یعنی وہ سب کچھ جو شیڈز میں چھپا ہوا ہے۔"

"یہ کیا ہے؟" سر سلطان چونک کر بولے۔

"نقشہ کہیں کا نقشہ۔ بتائیے تو کہاں کا ہے۔ بڑا نقشہ گڑھی سے برآمد ہوا ہے اور چھوٹا نقشہ نیچے ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہاں کا نقشہ ہے۔"

"برازیل کا۔ تصویر پر جو لفظ ربر لکھا ہوا ہے۔ وہ مصور کے دستخط نہیں ہیں بلکہ ربر کو الٹ دیجیے برازیل ہو جائے گا۔"

"خدا کی پناہ۔ لیکن اس کا مطلب کیا ہے؟"

"میں نے اصلیت آپ پر واضح کر دی۔ ابھی مطلب پر غور نہیں کیا۔ میرا خیال ہے کہ جو نقشہ بچے سے تعلق رکھتا ہے، مطلب اُسی میں پوشیدہ ہو سکتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"بچے والے نقشے میں سر کھپانا پڑے گا۔"

"میں پھر نہیں سمجھا!"

"یہ بھی بہر حال نقشہ ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ برازیل ہی کے کسی حصے کا ہوگا۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"لیکن کس حصے کا۔ تفصیلی مطالعہ کرنا پڑے گا۔"

"اس کے باوجود بھی بات آگے نہیں بڑھ سکتی۔ آخر مقصد کیا ہے۔ ان نقشوں کا انہیں اس تصویر میں کیوں چھپایا گیا ہے؟"

"میں نے عرض کیا تھا کہ تفصیلی مطالعے ہی سے بات بنے گی۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر یہ بات سنی گئی تھی کہ برازیل میں بھی نازیوں کی ایک تنظیم مصروف عمل تھی۔ شاید وہاں سے ہٹلر ثانی امریکہ کے ممالک پر ضرب لگانا چاہتا تھا۔"

"اوہ۔ اچھا۔۔۔ یاد آیا۔"

"وہ بھی ایسی تنظیم تھی جسے ہٹلر وسعت دینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسے وقت نہ مل سکا۔ اس سے پہلے ہی خودکشی کر لینی پڑی تھی۔ بہرحال شیرل اس پینٹنگ کو ہٹلر کے ایک مفرور جنرل تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس کا یہی مطلب ہوا کہ ہٹلر نے اس تنظیم کے وجود کو بے حد خفیہ رکھا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے جنرلوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا۔ تبھی تو یہ نقشہ اتنی رازداری سے ایک جنرل تک پہنچایا جانے والا تھا۔ ہٹلر چاہتا تھا کہ نازی تنظیم اس کے بعد بھی زندہ رہے۔"

"تم نے بڑا کام کیا!" سر سلطان طویل سانس لے کر بولے۔ "اب میں سوچوں گا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔"

"لیکن اصل تصویر ہمارے قبضے میں نہیں ہے۔" عمران بولا۔ "جس کے پاس بھی ہے شاید وہ ہم سے پہلے ہی کچھ کر گزرے۔"

"ضروری تو نہیں ہے کہ وہ بھی اس معمے کو حل کر لینے میں کامیاب ہو جائے۔"

"اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"سوال یہ ہے کہ اگر ہم نے یہ معمہ حل بھی کر لیا تو اس سے ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا۔"

"اب آپ نے بات کی ہے سرکاری نکتۂ نظر سے۔"

"نہیں تم خود بتاؤ۔ آخر ہم اپنی انرجی کیوں ضائع کریں۔ تصویر ہمارے قبضے میں آ کر نکل گئی جیسے کبھی ہاتھ لگی ہو۔"

"در اصل اب یہ میری ذاتی دلچسپی کی چیز بن گئی ہے۔"

"لہٰذا اب تم اس پر سرکاری وقت اور سرکاری رقم ضائع نہیں کرو گے۔"

"آپ کو یہی کہنا چاہیئے۔"

"لیکن تم اس کے برخلاف سوچ رہے ہو!" سر سلطان غرائے۔

"میں فی الحال کچھ بھی نہیں سوچ رہا۔"

"میرا تو یہ وقت بھی ضائع ہوا۔" سر سلطان اُٹھتے ہوئے بولے۔

"میں نے تو آپ کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ آپ وہ تصویر دیکھنا چاہتے تھے سو دکھا دی گئی آپ کو۔"

"اب ختم کرو اس قضیے کو اور یہ سلائیڈ ٹی۔ ایس۔ آئی والوں کے حوالے کر دو۔"

"صرف سلائیڈ۔ سلائیڈ کو کاٹ کر بنانے والے ذرائع میری اپنی محنت کا نتیجہ ہیں اور میں انہیں قطعی یہ نہیں بتا سکتا کہ میں نے اس تصویر میں کیا دیکھا ہے۔"

"وہ اس راستے پر پہلے ہی لگ گئے تھے۔ ورنہ جیننگ یا بیجر فنیر کی ذاتی تجربہ گاہ تک کیسے پہنچ

"خیر ہوگا کچھ۔ میں اس سلسلے میں انہیں کچھ بھی نہیں بتاؤں گا۔ خود ہی سر ماریں۔"

"ٹھیک ہے! میں اس پر زور نہیں دوں گا۔"

سر سلطان چلے گئے اور عمران فلیٹ ہی میں بیٹھا کسی سوچ میں گم رہا۔ پھر تھوڑی

دیر بعد فون پر اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کیے۔ دوسری طرف سے سلیمان کی آواز آئی تھی۔

"میری کوئی کال تو نہیں آئی؟" عمران نے پوچھا۔

"تھوڑی ہی دیر پہلے کاجاک تھانے کے انچارج کی کال آئی تھی۔ اُس نے آپ کو تھانے میں بلایا ہے۔ کسی کی کوئی چیز مل گئی ہے جو آپ کی موجودگی میں اُسے دی جائے گی۔"

"وہ اچھا!" عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے طویل سانس لی۔ پچھلی شام اُس نے مرسیانا کا بیگ چھینے جانے کی رپورٹ کاجاک ہی کے تھانے میں درج کرائی تھی۔ اس نے پیریکنگز سلانیدو سمیت ایک سوٹ کیس میں رکھا اور فلیٹ کو مقفل کر کے سوٹ کیس اُٹھائے ہوئے گاڑی کے قریب آیا۔ سوٹ کیس کو ڈکّے میں مقفل کر کے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا۔ تھانے تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ مرسیانا یہاں موجود تھی۔ اُسے بھی طلب کر لیا گیا تھا۔

"ٹریولرز چیک محفوظ ہیں۔" اُس نے پست لہجے میں عمران کو اطلاع دی۔ "وہ بیگ کے خفیہ خانے میں رکھے ہوئے تھے۔ البتہ چار ہزار کیش غائب ہے۔"

"مطلب یہ کہ چھ ہزار مل گئے۔"

"ہاں!" "میں بہت خوش ہوں......!"

انچارج نے بتایا کہ بیگ افسرکون ہی کے نزدیک باغ ہی کے ایک حصے میں پڑا ہوا ملا تھا۔ عمران کی موجودگی میں بیگ مرسیانا کے حوالے کر دیا گیا۔

"اب تم میرے ساتھ چلو۔" مرسیانا نے عمران سے کہا۔ "کچھ دیر خوشی منائیں گے۔"

"میرے پاس خوشی منانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔"

"پھر بے تکی باتیں شروع کر دیں۔ ہاں اُن لڑکوں کا کیا ہوا جن سے کل تمہارا جھگڑا ہوا تھا۔"

"پتا نہیں! وہ لوگ جا چکے تھے جب میں واپس آیا تھا۔"

"تمہارا کیا دھندا ہے۔"

"میں کمیشن ایجنٹ ہوں، میرا کوئی دھندا نہیں۔ وہ لوگ مجھ سے کام لیتے ہیں اور معاوضہ ادا کر دیتے ہیں۔"

"فضول بات ہے۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتاؤ۔ مجھے کیا!"

"ہاں تو ہم یہ خوشی کہاں منائیں گے۔"

"میرے ہوٹل چلو......"

اور عمران بالآخر اس پر تیار ہو گیا تھا۔ وہ روزٹیک پہنچے اور مرسیانا نے روم سروس کو فون کر کے کمرے ہی میں کافی طلب کی۔

"تم آخر شراب کیوں نہیں پیتے؟" مرسیانا نے عمران سے پوچھا۔

"میرا بس چلے تو ساری دنیا میں کسی کو بھی نہ پینے دوں۔"

"آخر کیوں؟......"

"خدا نے انگور اس لیے پیدا کیے ہیں کہ ہم انہیں کھا کر جان بنائیں لیکن ہم اُن سے بلڈ پریشر اور السر کشید کرنے لگتے ہیں۔ ہے نا اوّل درجے کی بے وقوفی۔"

"اپنی باتیں تم ہی سمجھو۔ میرے پلے تو نہیں پڑتیں۔"

اتنے میں روم سروس کا ویٹر کافی لے آیا تھا۔ مرسیانا کافی بنانے لگی اور عمران آرام کرسی پر پڑا اونگھتا رہا۔ کئی راتوں سے نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔

"ارے کیا سو گئے؟" مرسیانا نے اونچی آواز میں اُسے مخاطب کیا اور وہ چونک پڑا۔

"کافی پیو!" وہ اس کی طرف پیالی بڑھاتی ہوئی بولی۔

"اوہ، ہاں...... واقعی شاید سو ہی گیا تھا۔"

"ٹن فو! شاید میں بھی سو ہی رہی ہوں۔ یہ کھانے کا وقت تھا، میں نے کافی منگوالی" مرسیانا نے کہا۔

"ابھی تو آٹھ ہی بجے ہیں۔ میں رات کا کھانا گیارہ بجے سے پہلے نہیں کھاتا۔ ابھی کافی ہی چلے گی۔"

دونوں کافی پیتے رہے۔ دفعتاً عمران چونک کر اٹھا۔ گھبرایا ہوا مرغ کی طرح چکرانے لگا تھا۔ پھر اُس نے دیکھا کہ مرسیانا کے ہاتھ سے کافی کی پیالی چھوٹ کر فرش پر جا رہی اور خود وہ کرسی کے بائیں ہتھے پر جھول گئی ہے۔

"ارے ارے!" کہتا ہوا آگے بڑھا اور لڑکھڑا کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا بس اچانک ذہن اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

پھر ہوش آیا تو مرسیانا ہی اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر آوازیں دے رہی تھی۔

"میں اب ہرگز ہوش میں نہیں آؤں گا۔" عمران آنکھیں کھولے بغیر دہاڑا۔ "جب سے تم ملی ہو ہسٹریا کا مریض ہو گیا ہوں۔"

"خدا کے لیے اٹھو۔ آخر یہ سب کیا ہے؟"

"ہو گا کچھ جہنم میں جائے۔" اس نے کہا اور ہاتھ پیر سکوڑ کر بائیں کروٹ پڑ رہا۔

"اُف۔۔۔ خدا! آنکھیں تو کھولو۔ اس وقت ہم ایک ایسے کمرے میں ہیں۔ جس میں کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں ہے۔"

"بہت اچھی بات ہے۔ بھاگ نہیں سکیں گے۔۔۔!" عمران نے آنکھیں کھولے بغیر جواب دیا۔ "تم بھی چپ چاپ سو جاؤ۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔ میں مذاق نہیں کر رہی۔ پتا نہیں کون ہمیں یہاں اٹھا لایا ہے۔"

"ہو گا کوئی بھولا بھالا۔ فکر نہ کرو۔"

"میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گی ورنہ کھولو آنکھیں۔"

پھر عمران اس طرح ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا جیسے سچ مچ اس کی دھمکی پر یقین آ گیا ہو۔ حیران حیران آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا تھوک نگل کر بولا۔ "واقعی کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں ہے۔ پھر یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کہاں سے آ رہی ہے۔"

"ایئر کنڈیشنر لگا ہوا ہے۔"

"بہت سمجھدار لوگ معلوم ہوتے ہیں۔"

"کون لوگ۔۔۔؟"

"ہونگے کوئی۔"

"تمہیں فکر نہیں ہے؟"

"فکر مندی عقل والوں کا وطیرہ ہے۔ میں تو پیدا ہی عقل سے پیدل۔ ویسے خدا

غارت کرے اُس گدھی اور اس کے بچے کو۔ اسی سے متعلق کوئی نیا چکر ہو گا۔"

"لیکن ہم تو ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے ہوئے کافی پی رہے تھے۔ کیا اس کافی میں کچھ تھا۔"

"میرے خیال سے بہت کچھ تھا اور شاید ہم اب بھی ہوٹل میں نہیں ہیں۔ ہوٹل میں ہوتے تو کم از کم اس کمرے کا دروازہ تو ضرور دکھائی دیتا۔"

"تمہارے ساتھ میں بھی مصیبت میں پڑ گئی ہوں۔"

"اسی لیے میں خوشی منانے کا قائل نہیں ہوں اور پھر کسی لڑکی کے کمرے میں۔"

عمران کانوں پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔ "خدا کی پناہ۔"

"ان باتوں سے کیا فائدہ۔"

"بہت فائدہ ہے۔ اگر پولیس اسٹیشن سے تم اپنی راہ لگتیں اور میں اپنی۔ تو اس حال کو نہ پہنچتے۔"

"خیر ہو گئی غلطی۔ اب کچھ سوچو!"

"کیا سوچوں۔ سر پھٹنے کے لیے نہ کوئی کھڑکی ہے اور نہ دروازہ۔ ویسے تم اس وقت بہت حسین لگ رہی ہو۔"

"پھر فضول باتیں شروع کر دیں۔"

"شاید پہلی بار یہ فضول بات کی ہے۔"

دفعتاً عجیب سی آواز کمرے میں گونجی اور بائیں جانب والی دیوار میں ایک دریچہ سا بن گیا۔ دونوں سنبھل کر بیٹھ گئے اور عمران آہستہ سے بولا۔ "اٹھو شاید اب کچھ کرم ہو رہا ہے۔"

"یہ کیا ہے!"

"شاید دروازہ ہے جو نشے کی زیادتی کی وجہ سے پہلے نہیں دکھائی دیا تھا۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ پہلے تھا ہی نہیں۔"

"نہیں تھا تو اب کہاں سے ہو گیا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اٹھو اور نکل چلو۔"

وہ ہچکچاہٹ کے ساتھ اٹھی تھی لیکن مضطربانہ انداز میں عمران کا بازو تھام لیا تھا۔ دریچے سے گزر کر وہ ایک بڑے سے ہال میں پہنچے۔ جہاں بہت ہی عمدہ قسم کا فرنیچر

نظر آ رہا تھا۔ لیکن عمران کی نظر تو اپنے پروجیکٹر پر جم کر رہ گئی تھی۔ جس پر اُس نے سر سلطان کو باؤل دے سوف کی سلائیڈز دکھائی تھیں۔

پھر قدموں کی چاپ سنائی دی اور ایک دیو ہیکل نیگرو اُن سے تھوڑے ہی فاصلے پر آ رُکا۔ چاروں دروازوں پر بھی ایک ایک مسلح نیگرو موجود تھا اور چاروں کی اسٹین گنیں انہی کی طرف اُٹھی ہوئی تھیں۔

"میرا نام مائیکل ہے۔" قریب کھڑا ہوا نیگرو مسکرا کر بولا۔

"اور میرا عمران۔" عمران خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ "اور یہ مرسیانا ہیں۔"

"تم اس سے کس نتیجے پر پہنچے ہو مسٹر عمران۔" مائیکل نے پروجیکٹر کی طرف اشارہ کیا۔

"ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔"

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ورنہ ہمیں اس کا علم ہو چکا ہے کہ سلائیڈز تیار کرتے وقت نیگیٹو ضائع ہو گیا تھا۔"

"مسٹر عمران!"

"کچھ نہیں، میں سن رہا ہوں۔"

"نیگیٹو کے بغیر تمہاری گلو خلاصی نہیں ہو سکے گی۔ ہمیں بتاؤ کہ وہ کہاں ہے۔ ہم خود ہی حاصل کر لیں گے۔"

"جل کر ہوا میں مل گیا۔ حاصل کر لو۔"

"ہم بیک ہاؤس یا اُس کے ساتھی نہیں ہیں۔ تم کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔"

"میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ تم اُن سے مختلف ہو۔"

"آخر تم اس مصیبت سے اپنا پیچھا کیوں نہیں چھڑواتے۔" مرسیانا آہستہ سے بولی۔ لیکن عمران اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر نیگرو کو گھورتا رہا۔

"باؤل دے سوف کا انجام دیکھو گے؟" نیگرو نے سوال کیا۔

"کیسا انجام؟"

"ابھی دکھاتا ہوں۔" اُس نے کہا اور قریب ہی رکھے ہوئے ایک ٹیلی ویژن سیٹ کا

سوئچ آن کر دیا۔

اسکرین روشن ہوا۔ اور پھر ساحل سمندر کا دھندلا سا منظر دکھائی دیا۔ کیمرہ ساحل پر گھومتا ہوا ایسی جگہ رُک گیا جہاں ایک بڑا سا الاؤ روشن تھا اور جس کے گرد پانچ چھ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کی آوازیں بھی سنائی دیں۔ وہ کچھ گا رہے تھے لیکن اُن کی شکلیں واضح نہیں تھیں۔ پھر چھٹا بھی دکھائی دیا۔ وہ کہیں سے آیا تھا اور اُس کی بغل میں ایک بڑا سا پارسل دبا ہوا تھا۔ اُس نے اس پارسل کو کھولنا شروع کیا۔ آخر کار وہ پینٹنگ برآمد ہوئی۔ پینٹنگ کا کلوز اپ دکھایا گیا۔ بلاشبہ وہی پینٹنگ تھی۔ باؤل دے سوف اور پھر اسے الاؤ میں ڈال دیا گیا۔ شعلے بلند ہوئے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ نذرِ آتش ہو گئی۔۔ نیگرو نے ہاتھ بڑھا کر ٹی وی کا سوئچ آف کر دیا۔

"کیا خیال ہے؟" وہ عمران کی طرف مُڑ کر بولا۔

"بس کم جہاں پاک، تم لوگوں نے بہت اچھا کیا لیکن یہ کس پارٹی کے لوگ تھے۔"

"ہماری پارٹی کے ۔ ۔ ۔"

"سفید فام اُس کرگی پر جان دیتے تھے اور تم سیاہ فاموں نے اُسے آگ میں پھونک دیا۔"

"ہم تمہیں بھی آگ میں جھونک دیں گے اگر نیگیٹو ہمیں نہ ملا۔"

"وہ پہلے ہی نذرِ آتش ہو چکا ہے یقین کرو۔"

"لڑکی تم ہی اسے سمجھاؤ۔" نیگرو نے مرسیانا سے کہا۔

"مجھے سمجھانے کے لیے یہ ابھی بہت کم عمر ہیں۔" عمران نے مرسیانا کی طرف دیکھتے ہوئے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"اچھی بات ہے۔ تو پھر نہیں کہا جا سکتا کہ تمہاری قید کی مدت کتنی طویل ہو گی۔"

"ان ساری باتوں کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ اس پینٹنگ کی اہمیت سے واقف ہو۔" نے کہا۔

"ہم واقف ہیں اسی لیے اُسے ضائع کر دیا گیا۔ اگر نیگیٹو بھی ہمیں نہ ملا تو یہاں خون

کی ندیاں بہہ جائیں گی۔"

"یہاں سے مراد یہ ہال ہے یا تم میرے ملک کی بات کر رہے ہو؟"

"میں تمہارے ملک کی بات کر رہا ہوں مسٹر عمران۔"

"تب تو دوسرا لگنیٹو پیدا کرنا پڑے گا۔"

"بات نہ بڑھاؤ۔ یقین کرو، لگنیٹو ملنے کے بعد ہم تمہیں رہا کر دیں گے۔"

"کیا تم سوچنے کے لیے کچھ وقت نہیں دے سکتے۔" مرسیانا بول پڑی اور عمران چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ جتنا وقت چاہو لے لو۔" نیگرو نے دریچے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "وہیں جاؤ اور بیٹھ کر سوچو۔"

عمران دریچے کی طرف بڑھا اور پھر بڑی پھرتی سے ایک چھوٹی گول میز اُٹھائی اور اس بڑے سے گلوب پر کھینچ ماری جو ہال کے وسط میں روشن تھا۔ زبردست دھماکے کے ساتھ ہال میں اندھیرا چھا گیا۔

اس کے بعد وہ دیوار سے لگا ہوا قریبی دروازے کی طرف کھسکتا تھا۔

"خبردار... خبردار... جہاں ہو وہیں ٹھہرو۔" نیگرو دہاڑا۔ "ورنہ فائرنگ شروع کر دی جائے گی۔"

دروازے کے قریب کھڑے ہوئے مسلح نیگرو کا سر دیوار سے ٹکرایا تھا اور اُس کی اسٹین گن اُچھل کر عمران کے پنجے سے ٹکرائی تھی لیکن عمران نے اُسے فرش پر نہ گرنے دیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں دروازے سے نکل چکا تھا۔

مرسیانا کی ہذیانی سی چیخیں اندھیرے میں گونجتی رہیں۔ اسی دوران میں اسٹین گنوں سے دو تین برسٹ بھی مارے گئے تھے۔ لیکن شاید اُن کی نالیں چھت کی طرف اُٹھی ہوئی تھیں۔

عمران تاریک راہداری میں دیوار سے لگا ہوا تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک تیز قسم کی روشنی میں نہا گیا۔ آنکھیں اس طرح چندھیائیں کہ جہاں تھا وہیں

رک گیا۔ بے پناہ قوت والی سرچ لائٹ کا سامنا ہوا تھا۔

پھر اُس کے ہاتھ سے اسٹین گن بھی چھین لی گئی۔ پتا نہیں کیسی زہریلی روشنی تھی کہ آنکھیں ہی نہیں کھل رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دو جلتی ہوئی سلاخیں آنکھوں میں اُترتی چلی گئی ہوں۔ اس کی جگہ اگر کوئی ہوتا تو جانوروں کی طرح چیخنے لگتا۔ اتنی ہی شدید تکلیف آنکھوں میں ہو رہی تھی۔ پھر وہ تکلیف پورے جسم میں پھیل گئی اور اتنی بڑھی کہ تکلیف کا احساس ہی ختم ہو گیا۔ ہر قسم کا احساس فنا ہو گیا تھا۔

لیکن ٹھنڈی ہوا کے جھونکے یا تو تھپک تھپک کر سلاتے ہیں یا اتنے تیز ہو جاتے ہیں کہ بہت گہری نیند بھی اچانک ٹوٹ جاتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہوا۔ چہرے پر یلغار کرنے والی تیز اور ٹھنڈی ہوا نے اُسے جگا دیا۔ سامنے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور وہ اپنی ہی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر قابل اعتراض حالت میں پڑا ہوا تھا۔ قابل اعتراض یوں کہ اس کے برابر ہی مرسیانا بھی پڑی ہوئی تھی۔ بوکھلا کر دروازہ کھولا اور گاڑی سے اُتر آیا۔

گاڑی کے پہیے ساحل سمندر کی ریت میں دھنسے ہوئے تھے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا لیکن اس ویران ساحل پر اپنے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا۔

پتا نہیں کہاں لا پھینکا تھا کمبختوں نے۔ معلوم نہیں کون تھے؟ وہ پھر مرسیانا کی طرف متوجہ ہو گیا اور اب اس لفافے پر نظر پڑی تھی جو مرسیانا کے قریب ہی سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ کچھ دیر تک اُس پر نظر جمائے کھڑا رہا۔ پھر آگے بڑھ کر اُٹھا لیا۔ لفافے سے برآمد ہونے والے پرچے پر تحریر تھا۔

"غالباً تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ہم کیسے لوگ ہیں۔ تمہیں جب یہاں سے چاہیں گے اُٹھا لیں گے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اب اس لگنیٹو کو ہر وقت جیب ہی میں رکھو۔"

عمران جبڑے بھینچ کر تیزی سے سر ہلانے لگا۔ کنکھیوں سے مرسیانا کی

طرف بھی دیکھے جا رہا تھا۔

اچانک اس کی آنکھیں بھی کھل گئیں اور سب سے پہلے شاید عمران آیا تھا۔ گرتی پڑتی گاڑی سے اتر آئی اور عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر پاگلوں انداز میں پوچھا "یہ سب کیا ہے؟"

"خود میری سمجھ میں بھی آگیا تو ضرور بتا دوں گا۔" عمران نے کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"ہم یہاں کیسے پہنچے؟"

"یہ بتانا بھی دشوار ہے۔ لیکن تم آسانی سے بتا سکو گی کہ پھر کس طرح سر پر مسلط ہو گئیں۔ میں تو تمہیں وہیں چھوڑ بھاگا تھا۔"

"ورنہ میرا ہوستے ہی جب فائرنگ شروع ہوئی تھی۔ تو کسی نے میرا گلا دیا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا میں نہیں جانتی۔"

"گاڑی کے پہیے دیکھ رہی ہو۔" عمران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں..."

"کوشش کرو کہ یہ ریت سے نکل جائیں۔"

"م... میں کیسے کوشش کروں...؟"

"تو پھر صبر کرو اس گاڑی کو کوئی کرین ہی ریت سے نکال سکے گی۔"

مس سیما ریت پر بیٹھ کر اس طرح ہانپنے لگی جیسے اب تک دوڑتی

"نہیں بھی کرین ہی اٹھائے گا۔" عمران نے کہا اور آگے پانی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

زہ ناول

عمران سیریز

چٹانوں کا راز

ابنِ صفی بی۔ اے

- عمران کو اس سے پہلے کبھی ایسی دھمکی نہیں ملی تھی۔ بے حد خطرناک لوگ معلوم ہوتے تھے... اور پھر یک بیک عمران کو بھی تاؤ آجاتا ہے۔ آگ اور خون کا کھیل شروع ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ وہ پُراسرار عمارت کہاں تھی۔ عمران پوری قوت سے ضرب لگاتا ہے۔
- ایکس ٹو کی پوری ٹیم میدان عمل میں۔
- قہقہوں، تحیر اور ایکشن کا حسین امتزاج۔
- جوزف سیاہ فاموں کے مقابلے پر

اسرار پبلی کیشنز
میکلوڈ روڈ لاہور